ISSN 2320-8600

جنوری - فروری - مارچ 2019

سہ ماہی مجلہ

# المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

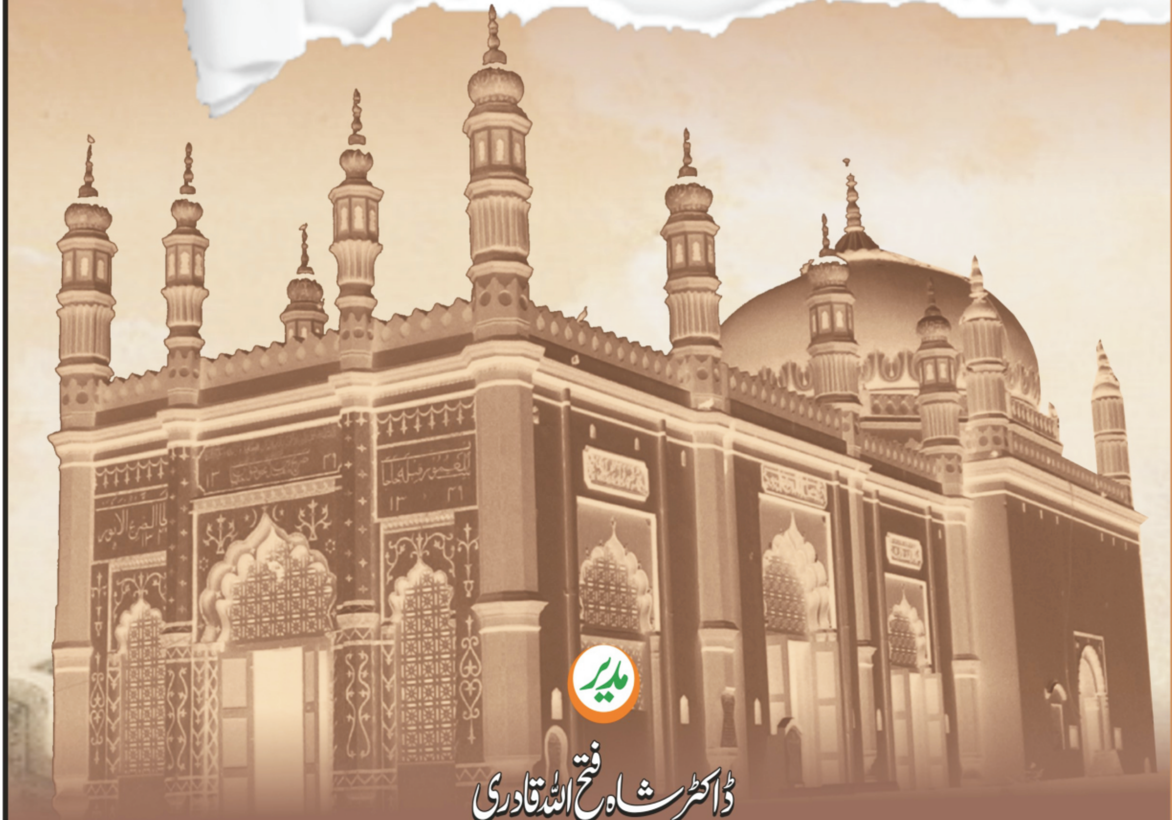

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

مسودے دیجئے..................................کتابیں لیجئے

# صائمہ پبلی کیشن

احمد مارکیٹ، لنگرٹولی، دریاپور، پٹنہ۔۸۰۰۰۰۴

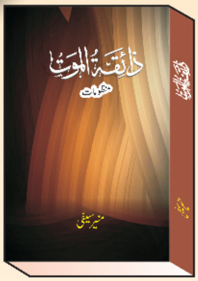


## رعایتی شرح میں

## انگریزی، ہندی اور اُردو کمپوزنگ

## و

## ڈیزائننگ کے ساتھ

## کتابوں و میگزین کی طباعت کے لئے

## صائمہ پبلی کیشن سے رابطہ کریں۔

—— منیجر

**Saima Publication**
Dariyapur, Ahmad Market, Patna-4
Cont. 9835076367

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

# المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ


ماہ : جمادی الاولیٰ — رجب المرجب ۱۴۴۰ھ

ماہ : جنوری — مارچ ۲۰۱۹ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۵۹ ✦ شمارہ نمبر ۱


## زرتعاون

| | | |
|---|---|---|
| فی شمارہ | : | -/40روپے |
| سالانہ | : | -/150روپے |
| سادہ ڈاک | : | -/200روپے |
| رجسٹری ڈاک | : | -/400روپے |
| پاکستان وبنگلہ دیش | : | -/500روپے |
| دیگر ممالک | : | -/25$امریکی ڈالر |


## مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

مولانا خواجہ عبد الباری

سرکولیشن منیجر : محمد مقصود عالم مجیبی



مراسلت وترسیل زر کا پتہ

ایڈیٹر

رابطہ : +91-9006306098

"المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

فون نمبر : E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, (0612) 2555572, Telefax : 2555305

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ● **لمعات** | ظفر حسنین | ۳ |

## مضامین و مقالات

| | | |
|---|---|---|
| ● عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت اور علمائے سلف...... | جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی | ۶ |
| ● خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم | مولانا شاہ ہلال احمد قادری | ۲۳ |
| ● شریعت وطریقت کے مجمع البحرین حضرت محی الملۃ...... | مولانا محمد سجاد حسین قادری مجیبی | ۳۴ |
| ● مالی جرمانہ کا شرعی حکم — تحقیق وتنقیح | مولانا اختر امام عادل قاسمی | ۴۷ |
| ● قبل از نبوت حقوق انسانی کی حفاظت اور اس کا...... | ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی | ۵۴ |
| ● منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی (چند دن......) | وارث ریاضی | ۷۳ |
| ● علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کی ایک مناجات...... | محمد حارث ریان | ۸۵ |
| ● تاثرات بر طبع جدید تالیف منیف صلوات اللہ الجلیل...... | مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی | ۸۹ |

## ادبیات

| | | |
|---|---|---|
| ● نعت رسول پاک ﷺ | امان خاں دل | ۹۴ |
| ● غزل | وارث ریاضی | ۹۵ |
| ● غزل | ناشاد اورنگ آبادی | ۹۶ |
| ● **کوائف وحالات** | ادارہ | ۹۷ |

# لمعات

• ظفر حسنین

پانچ سال کا عرصہ کسی قوم، کسی تہذیب اور کسی ملک کے عروج وزوال کی داستان لکھنے کے لئے کافی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی تقریباً پانچ سال پہلے کئی وعدوں اور بہت سارے سبز باغ دکھلا کر ایک نئی جماعت برسر اقتدار آئی۔ سب سے قدیم اور سبھوں کے دل سے قریب جماعت کانگریس لوگوں کی نظروں سے گر گئی۔ تقریباً ستر سال حکومت کرنے کے بعد کانگریس اپنی خرابیوں، غلطیوں اور ناکامیوں کا گناہ جھیلنے کے لئے برسر اقتدار سے حزب اختلاف کی جماعت بن گئی۔ یوں تو کانگریس نے ملک کو بہت کچھ دیا— آزادی، نئے آئین، جمہوریت، سیکولرزم اور ہر شعبۂ زندگی میں ترقی کی انتہا— یہ سب کانگریس کی دین ہے جسے کسی حال میں بھی نہیں بھلایا جاسکتا— یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے ملک کا آئین دنیا کا سب سے اچھا آئین ہے جسے کانگریس کی رہنمائی میں تیار کیا گیا اور پورے ملک میں نافذ کیا گیا— اس ملک کا شہری چاہے وہ کسی جماعت کا ہو، کسی مذہب کا ہو یا کسی عقیدہ کا ہو اس آئین کی بدولت وہ ایک باوقار شہری بن کر خوش وخرم زندگی گزار رہا ہے۔ اس آئین نے ہر شہری کو ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کا حق دیا ہے۔ ستر سال کے دور میں کانگریس نے اس منشور کے تحت تقریباً ہر شعبۂ زندگی میں یہاں کے عوام کو اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق روز وشب گزارنے کا حق دیا— کسی بھی شہری کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنی مرضی سے کھانے پینے، رہنے سہنے، عبادت کرنے اور ملک کی ترقی میں حصہ لینے کا بھرپور حق دیا— پھر بھی کانگریس کے چند حکمرانوں کے نکمے پن اور پوشیدہ عزائم کی وجہ سے جماعت کو اتنا نقصان ہوا کہ وہ بام عروج سے زوال کی انتہا تک پہنچ گئی— اور اس کے گرتے ہی ایک نئی سراپا ظلم وتشدد اور نفرت وحقارت والی جماعت وجود میں آگئی— جب کہ ملک کے صرف تیس فیصد عوام نے اُسے ووٹ دیا بقیہ ستر فی صد— کانگریس سے اتنی نفرت کرتے تھے کہ انہوں نے کانگریس کو سبق سکھانے کے لیے اُسے ووٹ نہیں دیا بلکہ متنفر اور منتشر ہو کر جسے چاہا ووٹ دے دیا چاہے وہ اندھا، لنگڑا، کانا ہو، ہاں کانگریسی نہ ہو— اس طرح ستر فی صد تو منتشر ہوئے اور تیس فیصد نے یک جٹ ہو کر اُس جماعت کو برسرِ اقتدار لا دیا— جو ان کے حق میں سم قاتل، زہر ہلاہل بننے والی تھی۔

اس جماعت نے اقتدار پاتے ہی اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا— یہ جماعت آر ایس ایس کی کوکھ سے پیدا ہوئی اور اُسی کی آغوش میں پلی بڑھی۔ آر ایس ایس ہندوستانی آئین کو نہیں مانتی بلکہ گروگوالگر کی کتاب ''بنچ آف تھاوٹ'' ہی اس کا آئین ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا ہر قدم ملک وملت کی بربادی کے لیے اٹھنا ہی تھا— چنانچہ اس کی پالیسی کا پہلا قدم مسلمان کے خلاف اُٹھا مسلمانوں کی شہ رگ کو پکڑنے والا— اور مسلمانوں کی شہ رگ ہے شریعت— جی ہاں شریعت جو ان کی اصل زندگی یعنی دائمی زندگی کی ضامن ہے— مسلک ندیوں کی طرح ہے— جنہیں ایک ہو کر سمندر میں ملنا ہی ہے— قیامت کے دن— اس لیے شرعی قوانین پر اس حکومت نے چوٹ پر چوٹ لگانا شروع کر دیا ہے۔ سب سے پہلے طلاق ثلاثہ پر ضرب لگائی گئی اور اسے عدالت عالیہ سے غیر قانونی قرار دلایا گیا پھر ایوان زیریں سے اسے ایسا جرم قرار دلایا گیا جس کی سزا تین سال جیل قرار پائی۔

اب آپ اندازہ لگائیے ایک مسلم عورت کو اس کا شوہر طلاق ثلاثہ دے دیتا ہے، شریعت کی روشنی میں اسے طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اس سے علاحدہ ہو جاتی ہے، ملکی قانون کے مطابق طلاق نہیں ہوتی اور وہ اس کی بیوی باقی رہ جاتی ہے۔ اب طلاق دینے والا شوہر تین سال کے لیے جیل چلا جاتا ہے۔ اب اس عورت کی اور اس پر منحصر اس کے بچوں کی زندگی کیا ہوگی، اس کی کفالت کرنے والا کون ہے؟ جب کہ شریعت کے مطابق وہ عورت آزاد ہو جاتی ہے اور اپنی مرضی سے دوسری شادی کر کے اپنی زندگی گذار سکتی ہے۔ شریعت مرد وعورت کے ماضی، حال اور مستقبل سبھوں پر نظر رکھتی ہے جب کہ یہ لعنتی ملکی قانون مرد وعورت کے درمیان تفرقہ کو اور زیادہ گہرا کر کے خاندان ہی کو برباد کر دیتا ہے، یہ لولا لنگڑا قانون دراصل مسلمان عورتوں کو وہی زندگی دینا چاہتا ہے جو ملک کے پردھان سیوک نے اپنی بیوی کو دیا ہے— نہ ازدواجی زندگی نہ طلاق، بس سڑکوں پر مارے مارے پھرنے کا حق۔ اب ملک کی مسلمان عورتوں سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کیا چاہتی ہیں؟ اسلامی شریعت کی زندگی یا پردھان سیوک کی اپنی بیوی جیسی زندگی۔ بجائے حکومت اور عدالت عالیہ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے وہ اپنے ضمیر کا دروازہ کھٹکھٹائیں اور اس میں جھانک کر دیکھیں انہیں کیا چاہیے۔ طلاق ثلاثہ کا رواج مسلمانوں میں دال میں نمک کے برابر ہے۔ یہ ایک سماجی اور معاشی مسئلہ ہے نہ کہ سیاسی اور قانونی۔ حکومت نے صرف ووٹ کی خاطر اِسے ملک کا سب سے بڑا دردِ سر بنا ڈالا۔ حکومت چاہتی ہے کہ اس قانون کو مسلمانوں پر کاری ضرب بتا کر ہندوؤں کو گول بند کیا جا سکے جو اپنا سارا ووٹ بی جے پی کے جھولی میں ڈال دے۔ لیکن حقیقت کبھی چھپتی نہیں اس قانون کے خلاف راجیہ سبھا میں غیر مسلموں کی فوج کی فوج کھڑی ہوگئی۔ ایسی ایسی دلیلیں اور ایسے ایسے نکات پیش کیے گئے کہ خود حکومت شرمندہ ہوگئی اور قانون معلق ہو کر رہ گیا گویا ع

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

پتا نہیں کہ حکومت کو کیا سوجھی کہ اس نے ایک معمولی سے سول کیس کو زبردست فوج داری کیس بنا کر بدترین سزا تجویز

کی ہے۔اس ملک میں ہزاروں بے سہارا عورتیں گھوم رہی ہیں جنہیں بی جے پی غنڈوں نے بے سہارا اور بیوہ بناڈالا ہے ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، قانون ان کے لیے بالکل اندھا بہرا ہے۔ذکیہ جعفری سالہاسال سے انصاف کی بھیک مانگ رہی ہیں، ان کے ساتھ ہزار ہا عورتیں گجرات، یوپی بہار وغیرہ صوبوں کے فرقہ وارانہ فسادات میں بیوہ بنادی گئی ہیں، آج تک ان کو انصاف نہیں ملا بلکہ ان کے قاتلوں کو اسی برسرِ اقتدار جماعت کے لوگوں نے ہیرو کا درجہ دے کر انعام واکرام سے نوازا۔ یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی جمہوری حکومت کا انصاف اور یہ ہے شری رام، اشوک، مہاتما بدھ اور مہاویر کی دھرتی— یہاں گلی کوچے میں شری رام کے نعرے لگائے اور لگوائے جاتے ہیں اور یہیں چپے چپے پر ان کے اصولوں کا خون کیا جاتا ہے۔

آئندہ چند مہینوں میں جو عام انتخاب ہونے والا ہے وہ دراصل یوم حساب ہے۔ اسی دن تمام سیاسی جماعتوں کو، ہر سیاسی لیڈر کو اپنے قول وفعل کا حساب دینا ہوگا۔عوام کی عدالت ہوگی اور سب سیاسی جماعتیں کٹہرے میں کھڑی ہوں گی۔ ہم آپ سبھی اس عدالت کا حصہ ہوں گے آج ہی فیصلہ کر لیجیے کہ آپ کو ان تاریک دنوں کو قائم رکھنا ہے یا پھر چمکتی دمکتی صبح سے دن کا آغاز کرنا ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

نویں قسط

# عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
# کتاب وسنت اور علمائے سلف کے اقوال وآثار کی روشنی میں

● محمد آیت اللہ قادری

## میلاد ناموں کی تدوین وتالیف :

خیر القرون میں باقاعدہ میلاد ناموں کی تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا جیسا کہ اس دور میں حدیثوں کو لکھ کر مدون نہیں کیا گیا تھا بلکہ صحابہ کرامؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر دوسرے لوگوں کو سنا دیتے تھے اور وہ اپنے ذہنوں میں محفوظ کر لیتے تھے، حدیث کو مدون کرنے کا عمل خلفاء راشدین کے بعد جاری ہوا اور اس فن میں باقاعدہ پہلی کتاب مؤطا امام مالک وجود میں آئی۔ اس کے بعد حدیث کی دوسری کتابیں وجود میں آئیں اور ہر موضوع سے متعلق جو حدیثیں منتشر تھیں وہ ایک جگہ جمع کر دی گئیں مثلاً نماز سے متعلق تمام حدیثیں کتاب الصلوۃ میں جمع کر دی گئیں، زکوۃ سے متعلق تمام احادیث کتاب الزکوۃ میں جمع کر دی گئیں، نماز وزکوٰۃ و دیگر ارکان کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے اس لئے اس کی تدوین کے اہتمام پر زیادہ توجہ دی گئی، اس دور میں جب باقاعدہ میلاد نامے نہیں لکھے گئے تھے تو میلاد سے متعلق تمام حدیثیں منتشر ومتفرق تھیں جب بعد میں محدثین وعلماء نے اس موضوع پر خاص توجہ دی اور ان کو جمع کیا تو وہ رسالے اور میلاد نامے بن گئے۔ کثیر علماء نے میلاد نامے لکھے اور ان کو کار خیر اور سعادت مندی کا ذریعہ تصور کیا، ہر زبان میں منظوم ومنثور میلاد نامے لکھے گئے اور شیدائیان حب رسول ان میلاد ناموں کو محافل ومجالس میں پڑھنے لگے۔ ضمناً میلاد کی کتابوں کا ذکر گزشتہ قسطوں میں آچکا ہے۔ ان سطور میں بطور خاص ولادت نبوی کے تذکروں پر مشتمل کتابوں کا تعارف مقصود ہے۔

**مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :**

یہ سلیمان برسوی کی تالیف ہے جو سلطان بایزید یلدرم کی جامع مسجد کے امام تھے۔ یہ کتاب ترکی زبان میں

منظوم میلاد نامہ ہے جو بلاد رومیہ میں کافی مشہور ومعروف ہے،روم کے شہروں کی مجالس ومحافل میں کثرت سے پڑھا جاتا ہے ۔۔۔(کشف الظنون:۲/۱۹۱۰)

**الرائق فی مولد خیر الخلائق :**

اس کے مصنف حافظ شمس الدین محمد بن ناصر دمشقی ہیں۔آپ کا شمار دمشق کے جلیل القدر علماء میں ہے،آپ کی جلالت شان کااندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ بھی ان کاازحد احترام کرتے تھے۔۔۔(حوالہ سابق)

**جامع الآثار فی مولد المختار :**

اس کتاب کے مصنف بھی حافظ شمس الدین محمد بن ناصر دمشقی ہیں۔یہ مفصل اور ضخیم کتاب ہے۔۔۔(حوالہ سابق)

**الکواکب الدریۃ فی مولد خیر البریۃ :**

یہ ابو بکر محمد حبشی بسطامی کی تالیف ہے۔۔۔(حوالہ سابق)

**الدر المنظم فی مولد النبی المعظم :**

یہ شیخ ابو القاسم محمد بن عثمان دمشقی المتوفی ۸۶۷ھ کی تصنیف ہے۔۔۔(حوالہ سابق)

**التنویر فی مولد السراج المنیر :**

اس کتاب کے مصنف حضرت شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ ہیں جو جلیل القدر صحابی حضرت دحیہ کلبی کی نسل اور ان کی اولاد میں سے ہیں۔جب انہوں نے یہ کتاب ۶۰۴ھ میں سلطان ابوسعید مظفر کے سامنے پڑھی تو سلطان نے ایک ہزار اشرفی انعام میں عطا کی۔

الغرض عربی زبان میں مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ علامہ سخاوی،ابن حجر عسقلانی،ملاعلی قاری وغیرہ جیسے محدثین و علماء کرام کی میلاد النبی ﷺ کے وسیع موضوع پر منظوم،منثور،مختصر اور طویل کتابیں موجود ہیں۔

جب یہ میلاد نامے منظر عام پر آئے تو لوگوں نے ان کو محفلوں اور مجلسوں میں پڑھنا شروع کیا،میلاد النبی ﷺ کی یہ محافل ماہ ربیع الاول کے علاوہ دیگر مہینوں میں بھی منعقد ہوتی تھیں،کچھ عرصہ بعد سلاطین وامراء نے ماہ ربیع الاول میں تزک و احتشام اور محبت وعقیدت سے میلاد النبی ﷺ منانا شروع کیا اور محافل ومجالس میں عطریات،زینت مجلس،شیرینی،اور کھانے کا بھی اہتمام کرنے لگے۔

اسلامی ممالک میں مسلمان میلاد مبارک کی محفلیں کرتے چلے آرہے ہیں اور علماء ومشائخ کا اس مبارک ذکر پر قولاً وعملاً اتفاق رہا ہے،ہندوستان میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محققین معتمد علیہ علماء اس کے قائل تھے اور خود محافل میلاد شریف کا اہتمام فرماتے تھے۔علماء ومشائخ کے اتفاق کے پیش نظر،یہ کہنا قطعاً بے جا نہیں ہوگا کہ اس مبارک عمل پر علماء امت

کا تعامل اس کے مستحب و مستحسن ہونے کی دلیل شافی اور وافی ہے، نیز اس عمل کے مستحسن ہونے پر علماء کا مجتمع ہونا اس بات کی بھی دلیل ہے کہ یہ عمل ضلالت وگمراہی نہیں ہے اولاً تو اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ لا یجمع ھذہ الامۃ علی ضلالۃ یعنی اللہ تعالیٰ اس امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ جن حضرات نے میلاد النبی ﷺ کو جائز قرار دیا مثلاً علامہ ابو شامہ، علامہ زرقانی، علامہ قسطلانی، ملا علی قاری، علامہ سیوطی وغیرہم، یہ تمام حضرات مقبولین اور معتمدین میں سے ہیں، کسی مسلمان نے بھی ان حضرات کو بدعتی یا اہل ضلال نہیں کہا، بلکہ تمام اہل سلام نے ان کی تعظیم وتوقیر کی اور ان کے اقوال کو بطور دلیل اپنی کتابوں میں نقل کیا، اس لئے میلاد شریف کے عمل پر ان حضرات کا اتفاق حجت ہی کہلائے گا۔

## سلسلہ مجیبیہ میں میلاد ناموں کی روایت :

میلاد النبی ﷺ اور سیرت نبویہ مطہرہ دونوں ایسے متبرک اور جاذب موضوعات ہیں جن پر ہند اور بیرون ہند کے علماء ومشائخ کی خاصی تصانیف موجود ہیں، ان موضوعات پر نبیرۂ حضرت تاج العارفینؒ اور آپ کے متعلقین اور منتسبین کی تخلیقات بھی منصہ شہود پر آئیں لیکن سر دست موضوع کے تحت ان کی تصانیف میں سے صرف میلاد ناموں کا تعارف پیش ہے۔

پھلواری شریف ضلع پٹنہ کا ایک مشہور قصبہ ہے، یہ خطہ شروع سے ہی مردم خیز رہا ہے، یہاں صدہا خدا رسیدہ صوفیاء کرام اور علماء عظام پیدا ہوئے، یہی وجہ ہے کہ اس قصبہ کو ''بستان نجات'' اور ''قصبۂ ناجیہ'' کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ ۶۲۷ھ میں حضرت مخدوم منہاج الدین راستی قدس سرہٗ کی آمد سے اس کا علمی اور عرفانی دور شروع ہوا۔ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں حضرت خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری قدس سرہٗ کی تشریف آوری سے پھلواری شریف کی علمی وعرفانی حیثیت اور زیادہ نمایاں ہوگئی۔ حضرت خواجہ امیر عطاء اللہ قدس سرہٗ کے چھوٹے صاجزادے حضرت امیر محمد حسین قدس سرہٗ کی اولاد میں حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کی شخصیت بہت ممتاز ہوئی۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ نے ابتدائی کتابیں اپنے شیخ بیعت حضرت خواجہ عماد الدین قلندر اور اپنے استاذ ومرشد اعظم حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی قدس سرہما سے پڑھیں اور درسیات کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد پھلواری شریف میں اپنا علمی وعرفانی سلسلہ شروع کیا اور حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے اسی سلسلہ درس سے ۱۱۲۵ھ میں دار العلوم مجیبیہ کی بنیاد قائم ہوئی، الحمد للہ حضرت کے زمانے سے آج تک تسلسل کے ساتھ خانقاہ مجیبیہ میں شریعت وطریقت، ظاہر وباطن کی دونوں نہریں پہلو بہ پہلو جاری ہیں۔ حضرت کے صاجزادے وجانشین حضرت شیخ العٰلمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ چند گنے چنے صوفیاء کرام میں سے ایک تھے، علم وعرفان، حقائق ومعارف، تصوف وسلوک میں اتنے بلند مرتبہ پر تھے کہ جید علماء حصول علم کے بعد تزکیۂ نفس کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اس خانقاہ کے صوفیاء کرام نے تبلیغ واشاعت اسلام کو اپنا نصب العین بنایا۔ انہوں نے اپنے اخلاق وکردار سے انسانوں کو اخوت ومحبت، ہمدردی ومساوات اور احترام انسانیت کا درس دیا، اپنے دروازے بلا امتیاز مذہب وملت

سب کے لئے کھول دیئے جس کی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہونے والے لوگ ان کے گرویدہ ہو کر رہ گئے۔ان کا مقصد تو اشاعت اسلام تھا لیکن اس ضمن میں فارسی اور اردو زبان کا بھی فروغ ہوتا گیا اور دینی وعلمی مسائل پر لوگوں کے استفسارات کے جواب لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا،حضرت کے خانوادہ کے علماء ومشائخ نے متعدد علوم وفنون میں کتابیں لکھیں جن کے مخطوطات او رمطبوعات خانقاہ مجیبیہ کے کتب خانہ میں موجود ہیں،حضرت کے احفاد میں کئی صاحب دیوان شعراء ہوئے ،ملک الشعراء حضرت فردؔ کو تو عالمی شہرت حاصل ہے ان کا دیوان طبع ہو چکا ہے۔دینی علوم کی اشاعت،تصوف وسلوک کے فروغ ،علم وفن کی تعمیر وتشکیل،تصنیف وتالیف میں خانوادہ مجیبیہ،اوراس کے متعلقین ومنتسبین نے خاصا اہم کردار ادا کیا۔

حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے عہد سے ہر سال خانقاہ مجیبیہ میں زیارت موئے مبارک ﷺ،محافل سماع ، عرس نبوی اور میلاد النبی ﷺ کا اہتمام بڑی عقیدت مندی سے ہوتا ہے ، میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں جن میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ، بعثت،معجزات،شمائل وخصائل ،فضائل وکمالات اوراخلاق حسنہ کا بیان ہوتا ہے۔حضرت کے اہل خانہ اور آپ کے متوسلین واہل تعلق میں سے بعض علماء ومشائخ نے محافل میلاد مبارک میں لوگوں کے سامنے میلاد النبی ﷺ اورسیرت نبویہ مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کو دلکش انداز میں پیش کرنے کے لئے میلاد نامے لکھے،بعض صرف نثر میں ہیں اور کچھ نثر ونظم دونوں اصناف میں ہیں ۔اس مضمون میں درج ذیل میلاد ناموں کا جائزہ لیا جائے گا :

(۱) حدیقۂ میلاد : حضرت شاہ غلام دستگیر پھلواروی
(۲) انتخاب میلاد : حضرت حکیم شاہ محمد شعیب نیرؔ پھلواروی
(۳) میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم : مولانا حسن میاں پھلواروی
(۴) ظہور رحمۃ للعالمین : حضرت شمس العلماء مولانا عبدالحئی قادری مجیبی
(۵) میلاد رسول باتحفۂ مقبول : حضرت شاہ محمد قاسم عثمانی فردوسی سملوی
(۶) ذکر میلاد : مولانا عبداللہ غلام محمد عباس صاجزادہ حکیم رعایت حسین رئیس پٹنہ
(۷) ذکر میلاد الملقب بہ مولد ابی القاسم : مولانا حافظ تجمل حسین دسنوی

## حدیقۂ میلاد کے مصنف :

حضرت مولانا بدرالدین ابوالفتح معروف بہ غلام دستگیر بن شاہ ابوقلندر بن محمد احمد علی بن شمس الدین ابوالفرح بن شاہ احمد عبدالحئی بن حضرت مخدوم تاج العارفین قدس سرہم کی ولادت ۲۴ ؍جمادی الاولیٰ ۱۲۴۵ھ میں ہوئی ۔حضرت مولانا شاہ وصی احمدؒ اور قاضی مخدوم عالمؒ سے درسیات کی تکمیل فرمائی ،اجازت وخلافت مولانا شاہ وصی احمد پھلورویؒ اور حضرت مولانا شاہ علی حبیب نصر قدس سرہٗ سے تھی ۔آپ کی شادی مولانا حکیم محمد وجیہ الدینؒ کی صاجزادی سے ہوئی جن سے تین صاجزادے جناب

منشی محمد عمر، مولانا حکیم مخدوم محی الدین، حکیم محمد عبد الرزاق ہوئے۔آپ نہایت ذکاوت وذہانت کے مالک تھے، اپنے عہد کے جید علماء ومشائخ میں سے تھے، پٹنہ کلکٹری میں امین کے عہدہ پر مامور تھے۔

۱۹/صفر المظفر ۱۲۹۷ھ میں آپ کا وصال ہوا، مقبرہ مجیبیہ میں، بہ احاطۂ مزارات مولانا شاہ احمد عبد الحیؒ ومولانا شاہ وصی احمد آپ کی تدفین ہوئی۔

## حدیقۂ میلاد کا تعارف :

مولانا غلام دستگیرؒ کی کتاب ’’حدیقہ میلاد‘‘ مارچ ۱۸۷۱ء میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوئی جیسا کہ کتاب کے آخری ورق میں ہے :

’’ممدوح اکابر واصاغر بہبود امصار منشی نول کشور صاحب مطبع او دھ اخبار میں کار پردازوں کے عمدہ اہتمام سے ماہ مارچ ۱۸۷۱ مسیحی مطابق شہر ذی الحجہ ۱۲۸۷ ہجری قدسی میں چھپ کر تیار ہوئی ہر ایک باغ و بہار خلد بریں اولی الابصار کے منظور انظار ہوئی‘‘۔۔۔(ص:۱۱۵)

اس میلاد نامہ کی ابتداء میں دو صفحات کا نثر میں دیباچہ ہے، اس کے بعد نفس مضمون نثر اور نظم دونوں اصناف پر مشتمل ہے، میلاد نامے کا آغاز واختتام نظم پر ہوا ہے، اس میں منظوم حمد باری تعالیٰ، نعتیہ کلام، سلام، غزل موجود ہیں، اکثر نظمیں فارسی زبان میں ہیں، چونکہ حصہ نظم زیادہ ہے اس لئے اس کو ’’منظوم میلاد نامہ‘‘ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔اس کا نام مصنف نے حدیقۂ میلاد اس لئے رکھا ہے کہ اس میں ذکر ولادت نبوی کے بعد حضرت غوث اعظم کی ولادت کا ذکر بھی شامل ہے، چونکہ ہمارا موضوع ذکر ولادت نبوی ہے اس لئے ان سطور میں صرف میلاد النبی ﷺ پر گفتگو ہوگی اور اسی میلاد نامہ کا تعارف پیش کریں گے۔

چند صفحات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے ضمن میں نثر اور نظم دونوں اصناف میں حضرت غوث الصمدانی قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی ولادت باسعادت، حالات، اور کرامات کا تذکرہ ہے۔اس میں متعدد شعراء کے اشعار نقل کئے گئے ہیں۔اکثر نظمیں فارسی زبان میں ہی ہیں۔قیاس ہے کہ وہ اشعار ان کے استاذ قاضی مخدوم عالم پھلواروی کے ہیں، میلاد النبی ﷺ اور اس سے متعلق تفصیلی واقعات کے بعد واقعہ غزوہ خندق اور اس موقع پر حضرت سلمان فارسیؓ کا مسلمانوں کو مشورہ دینا، واقعہ استن حنانہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

یہ کتاب ایک سوسولہ صفحات پر مشتمل ہے، آخری دو صفحات میں سن طباعت اور قطعات تاریخ کا ذکر ہے۔بعض مقامات پر مصنف علیہ الرحمہ نے بزرگان پھلواری شریف کے علاوہ دیگر شعراء کے اشعار پر تضمین کی ہے۔انہوں نے اس میلاد نامہ میں معتبر ومستند روایات وواقعات بیان کئے ہیں، وضعی اور روایات غیر صحیحہ سے پرہیز کیا ہے چنانچہ آغاز کتاب میں وہ خود فرماتے ہیں :

’’بعد حمد خدا ونعت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کمترین عقیدت گزین بندہ بدر الدین ابوالفتح معروف بہ

غلام دستگیر قادری ارادۃً وجعفری الزینبی نسباً وقصبہ ناجیہ فلواروی البہاری وطناً سرمایہ سعادت دارین وسیلہ نجات کونین جان کر ذکر خیر میلاد شریف حضرت خیر البشر شفیع روز محشر صلی اللہ علیہ وسلم بروایات معتبرہ تیمنا وتبرکا بزبان اردو بہ تضمین اشعار و قصائد بزرگان این دیار وعزیزان سعادت شعار خود لکھ کر احوال ولادت باسعادت حضرت غوث الصمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ محی الدین ابومحمد سید عبدالقادر جیلانی حسنی الحسینی رضی اللہ عنہ بضمن بیان اس کے وبرخی کرامات آنجناب اغاثت مآب رضی اللہ عنہ کتب معتبرہ سے انتخاب کر کے مرسوم و مرقوم کیا نام اس مجموعہ رسالہ کا حدیقہ میلاد رکھا‘‘—(ص:۲)

’’حدیقۂ میلاد‘‘ میں مصنف نے ذکر ولادت کے ساتھ سیرت کے خاص واقعات بھی شامل کئے ہیں، مثلاً...... واقعہ معراج، واقعہ استن حنّانہ۔ اس میلاد نامے کے ایک ایک شعر، ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت سے حضرت مولانا غلام دستگیرؒ کا عشق وولولہ، عقیدت و احترام، جوش وشوق اور سوز وگداز مترشح ہے۔ انہوں نے تمام واقعات کو اجمال سے کام لے کر مختصر الفاظ میں سیمٹا ہے، انہوں نے اس میلاد نامے میں آسان اور عام فہم زبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تصویر دکھا کر دلوں کو تابندگی بخشی ہے۔ اکثر میلاد ناموں کی روایت کے مطابق جا بجا صلوٰۃ وسلام کا ورد کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۸۷ھ میں شائع ہوئی اور اس وقت ۱۴۴۰ھ کے حساب سے یہ کتاب ایک سوترپن (۱۵۳) سال پرانی ہے لیکن اس کے باوجود اس کی زبان غیر مانوس نہیں ہے۔ قارئین عبارت کو پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ یہ میلاد نامہ اپنی افادیت کے پیش نظر بڑی ہی عمدہ اور نفع بخش ہے۔ حضرت غلام دستگیرؒ نے یہ میلاد نامہ تصنیف فرما کر اس مقدس ومتبرک موضوع میں گرانقدر اضافہ فرمایا ہے، اس کتاب پر اگر تحقیقی مقالہ لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں منظر عام پر آ سکتی ہے۔

واضح ہو کہ دیگر میلاد ناموں کی طرح اس میں بھی بیان کی گئی روایات وواقعات کے مآخذ ومراجع نہیں لکھے گئے ہیں اس کی ایک مناسب وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ دور حاضر کی طرح جو کہ علمی انحطاط کا دور ہے، اس زمانہ میں روایات وواقعات کے لئے کتابوں کے حوالے لکھنا غیر ضروری سمجھا جاتا ہوگا، اس لئے کچھ مصنفین ومؤلفین اپنی کتابوں میں حوالے لکھنے کا اہتمام کرتے تھے اور بعض حضرات نہیں کرتے تھے، مثلاً اسی کتاب میں مصنفؒ نے واقعہ استن حنانہ کا بیان کیا ہے لیکن کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ہے حالانکہ یہ واقعہ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں مشہور ہے، اس لئے یہ کہنا مناسب نہیں ہوگا کہ مصنفؒ کی نظر سے یہ واقعہ گذرا ہی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے رواج کے مطابق انہوں نے اس کا حوالہ لکھنا ضروری نہیں سمجھا۔

## میلاد نامہ کا آغاز حمد باری تعالیٰ سے :

مصنف علیہ الرحمہ نے میلاد نامے کا آغاز اشعار سے کیا ہے چنانچہ وہ اس کی ابتداء اس انداز میں کرتے ہیں :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در آغاز بسم اللہ اولیٰ ترست ۞ بانجام ہر کار او رہبرست
ثنا ہا ہمہ ایزدِ پاک را ۞ ثریا دہ طارمِ تاک را
کہ خورشید را صورتِ جام ازوست ۞ شراب شفق در خُمِ شام ازوست

__(ص:۳)

## اشعار نعت :

حمد باری تعالیٰ اور درود شریف کا ورد کرنے کے بعد نعتیہ اشعار لکھتے ہیں :

محمد شہنشاہ خیل رسل ۞ کہ خورد اند پیشش چہ جزو چہ کل
درخشان درِ درج عبد مناف ۞ بانگشت اعجاز مہ را شگاف
ز ابروش محراب عین الیقین ۞ ز گیسوش اسباب حبل المتین
فقیرست و دریا و کان را گہر ۞ یتیم ست پیر و جوان را پدر
چنان عقدہ از کار امت کشاد ۞ کہ دندان درین کار بر باد داد
نرفتہ باو کس قدم برقدم ۞ نکردست این ہمرہے سایہ ہم
بکوشش شد از سایۂ خود جدا ۞ جدائے چنین باید از ماسوا
چہ نعت پسندیدہ گویم ترا ۞ علیک الصلوۃ اے نبیؐ الوریٰ
درود ملک بر روانِ تو باد ۞ بر اصحاب و بر پیروان تو باد

__(ص:۴)

## تعریف چار یارؓ :

اس نعتیہ کلام کے بعد نظم میں ہی خلفاء راشدین کے مناقب و اوصاف بیان کئے گئے ہیں، اس سے قبل ایک تمہید بیان کی گئی ہے جس کے ہر شعر میں چاشنی اور جاذبیت ہے، اہم بات یہ ہے کہ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک کی مدحت وتعریف چار اشعار میں کی گئی ہے، نظم سے قبل عنوان بھی قائم کیا گیا ہے۔ تمہید کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے :

تمہید تعریف چار یار رضوان اللہ علیہم :

چار یار اند در جہان معروف ۞ چون محمدؐ بہ نظم چار حروف
چار یارش مدار ہفت فلک ۞ چون بدرگاہ حق چہار ملک

چہار یار اند با عدالت وداد ۞ چون بہم خاک وآب وآتش و باد
چہار یار اند در وجود بشر ۞ چون دو چشم و دو گوش یک دیگر
چہار یار اند در محبت ہم ۞ چون محبت بہ چار حرف بہم
نام مصحف کہ چار حرف نہند ۞ انتظامش چہار یار دہند
صدق عدل و حیاء و علم نبی ۞ بود در ہر چہار یار خفی
چون نر انگشت مصطفی ست بمشت ۞ چار یارش مثال چار انگشت"

—(ص:۴)

تمہید کے بعد مصنف علیہ الرحمہ خلفاء راشدین کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
تعریف حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ :

آنکہ صدیق اکبرش نام ست ۞ حامی شرع دین اسلام ست
صادق ست ومصدق وصدیق ۞ قاتل شوم و غالی زندیق
ہست در شان آن ستودہ شعار ۞ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار
رضی اللہ عنہ درشانش ۞ آسمان و زمین ثنا خوانش

توصیف حضرت امیر المومنین عمر خطاب رضی اللہ عنہ :

آنکہ فاروق اعظم ست بنام ۞ ماحی کفر وحامی اسلام
در خلافت خلیفۂ ثانی ۞ قوت بازوئے مسلمانی
این حدیث آمدہ بشان عمر ۞ ینطق الحق علی لسان عمر
تابع امر و نہی او ثقلین ۞ رضی اللہ عنہ فی الکونین

وصف حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین :

آنکہ او بود جامع القرآن ۞ رونق الحیا من الایمان
بود داماد سید کونین ۞ الملقب بلفخر ذی النورین
بود بے شک خلیفۂ ثالث ۞ بہر آباد ملک دین باعث
ذات او بود مجمع البحرین ۞ رضی اللہ عنہ فی الدارین

مدح حضرت امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ الشریف :

آنکہ او ذات ھل اتیٰ آمد ۞ نفس پیغمبرؐ خدا آمد
شہر علم ست ذات پیغمبرؐ ۞ درآں شہر مرتضیٰؓ حیدر
ہر کہ را حب مرتضیٰؓ نبود ۞ بے شک او عارف خدا نبود
خلق را بود رہنما بخدا ۞ کرم اللہ وجھہ ابدا

ـــ(ص:۵)

## ذکر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم :

اشعار نعت اور مناقب خلفاء راشدینؓ کے بعد مولانا غلام دستگیرؒ نے نور محمدی کا بیان کیا ہے، انداز بیان بہت ہی عمدہ اور مؤثر ہے وہ تحریر فرماتے ہیں :

’’اے مسلمانان قوی الایمان ذکر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم گوش دل سے استماع کرو اور چراغ ایمان مجلس جان میں روشن کرو اور حدیث واجب الایقان پر یقین لاؤ اور بہ تحقیق معلوم کرو کہ کہا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری ہم نور سے خدا کے ہیں اور ساری خلق نور سے ہمارے ہیں پس خلاصہ سائر موجودات حقیقت محمدیہ ﷺ ہے کہ حکماء اشراقین اس کو تعین اول کہتے ہیں اور علماء محققین خاتم النبیین ﷺ جانتے ہیں۔
مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط۔ اس جگہ سے ثابت ہوا کہ وجود باجود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موافق حدیث نبویہ ﷺ اول ما خلق اللہ نوری اول اوائل سبب وجود خلق اور آدم علیہ السلام کا تھا اور آخر زمانہ میں بعد سب پیغمبروں کے بمصداق حدیث دیگر انا سید ولد آدم ولافخر فرزندان سے حضرت ابو البشر کے خیر البشر ہو کر عالم ظاہر میں جلوہ فرمایا جیسا کہ تخم کامرانی سے نخل امید جاودانی برآتا ہے اور ثمر سے نخل پر بار ہوتا ہے تو وہی تخم سعادت ہر دل میں ثمر کے پر از لطافت وطلسم حکمت موجود ہو جاتا ہے ویسے ہی حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کہ اصل ہیں اور فروع سارے عالم وآدم ہیں شعر

مقصود وجودتست اے پاک ۞ لولاك لما خلقت الافلاك

ـــ(ص:۶)

پھر حضرت مولانا سید شاہ نور العین قادری پھلواروی قدس سرہٗ کی ایک مدحیہ مثنوی اور حضرت مصباح الطالبین شاہ علی حبیب نصرؔ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کی ایک فارسی غزل اور ایک قصیدہ نعتیہ بھی شامل کتاب ہے، قصیدہ کے ۴۴ر اشعار کتاب میں مذکور ہیں، ان میں سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :

نیست تنہا خلق در مدح وثنایت یارسول ۞ می کند مدح وثنایت خود خدایت یارسول

عاشقان را انتہا در واردات عشق نیست ۞ چون حد حسنت نمی دارد نہایت یا رسول
رحمت وخلق تو با ہر ناکس وکس یکسر ست ۞ مرحبا صد مرحبا صد مرحبایت یا رسول
عقدہ ہاے غنچۂ دل واکند اندر دمے ۞ یک تبسم از لبِ عقدہ کشایت یا رسول
قد زیباے تو باشد درمیانِ انبیا ۞ چون بود در لشکر منصور رایت یا رسول
دردمندانِ ترا نبود علاج غیر ازین ۞ شربتِ اعجازِ لعل جان فزایت یا رسول
یک نظر فرما کہ حل مشکلات ماشود ۞ بر درت می باشم و ہستم گدایت یا رسول
در طریق عشق تو بی رہبری چون بگذرم ۞ کن بسوی خویشتن مارا ہدایت یا رسول
خان ومان وصبر وجان ودین وایمان ودلم ۞ سازو سانم ہمہ بادا فدایت یا رسول
آرزو دارم کہ برخیزم چو روز بعث ونشر ۞ ظل گستر برسرم باشد لوایت یا رسول
جز تمنای شفاعت در جناب پاک تو ۞ نیست یک حسن عمل کارم برایت یا رسول
سایۂ زلفت کہ دارد برسر خود نصرتؔ تو ۞ تا ابد ماند درین ظل حمایت یا رسول

__(ص:۱۱)

## ذکر ولادت باسعادت :

مولانا غلام دستگیرؒ نے نور محمدی ﷺ کو بیان کرنے کے بعد ولادت مقدسہ کا ذکر کیا ہے، ذکر سے قبل اس کا عنوان بھی متعین کیا ہے، اس کے ضمن میں ان معجزات کا بھی ذکر ہے جو آپ ﷺ کی تشریف آوری کے وقت ظاہر ہوئے۔ وہ لکھتے ہیں :

”ذکر میلاد شریف حضرت خواجۂ عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

روایت ہے کہ ولادت باسعادت حضرت سید المرسلین شفیع المذنبین صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ وآلہ اجمعین تاریخ دوازدہم شہر ربیع الاول شریف روز دوشنبہ وقت صبح صادق بعد گذرنے چھ سو بچاس برس ولادت سے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام کے جلوہ ظہور ہوا اور پر تو جمال جہان آرا سے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرش برین سے تا فرش زمین روشن ہوا۔ اس سال دیار عرب میں خشکی وقحط سالی بہت تھی برکت سے قدوم میمنت لزوم حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنی برسا اور درختان خشک سرسبز وشاداب ہوئے۔ اور تمام روئے زمین ترشح سے ابر بہار کے سیراب ہوئی۔ ارزانی غلہ ومیوہ شتاب ہوئی۔ قحط دفع ہوا اور شیاطین صعود سے چرخ برین کے باز رہے۔ اور اطراف وجوانب میں شہرت اس مسرت تازہ کا بے اندازہ پڑا۔ اور بتان سنگین دلان نے روئے خجالت بزمین ناامیدی رکھا اور طاق کسریٰ ازبس منکسر ہوا۔

نظم

طوفان گل وجوش بہارست بہ بیند ۞ اکنون کہ جہان برسر کارست بہ بیند

در باغ جہان این چہ نسیم ست بہ بوئید ۞ در بزم کسے این چہ نگارست بہ بینند
ذرات جہان آئینہ جلوہ باراند ۞ یک صید بصد دام شکارست بہ بینند

—(ص:۱۳)

مصنف علیہ الرحمہ نے نثر کے علاوہ نظم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کو خوبصورت پیرائے میں بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

''اشعار متضمن ولادت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

رسول خدا آج پیدا ہوئے ۞ نبی الوریٰ آج پیدا ہوئے
جہاں کس کے قدموں سے گلزار ہے ۞ مگر مصطفیٰ آج پیدا ہوئے
کیا جن و انسان نے شکر خدا ۞ مرے رہنما آج پیدا ہوئے
یہ آواز آنے لگی غیب سے ۞ شہ دوسرا آج پیدا ہوئے
مبارک ہوا ہے آسمان و زمین ۞ کہ خیر الوریٰ آج پیدا ہوئے
فدا ہوں گے اون پر مہ و آفتاب ۞ عجب دلربا آج پیدا ہوئے
بر آوے نہ کیوں حاجت بیکسان ۞ کہ حاجت روا آج پیدا ہوئے''

—(ص:۱۳)

میلاد ناموں کے آغاز سے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ سلم پر درود وسلام، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثہ والتجائیہ اور مشکل کشائی کے لئے عرض داشتیں ان کے مضامین میں شامل ہیں۔ ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آداب محفل میلاد کے پیش نظر تمام حاضرین محفل سلام کے سلسلہ میں باادب کھڑے ہو جاتے ہیں ایک شخص سلام کے اشعار پڑھتا ہے تو حاضرین انہیں اشعار کو عشق ومحبت اور جذب وکیفیت میں دہراتے ہیں یہ ایک روح پرور اور پرکیف منظر ہوتا ہے۔ مولانا غلام دستگیرؒ نے اکثر مضامین کے اختتام پر نہایت عقیدت واحترام سے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہدیہ درود وسلام پیش کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن شروع میں حضرت جامی کا لکھا ہوا سلام پیش کیا ہے۔ یہ سلام فارسی زبان میں ہے۔ سلام کے اشعار یہ ہیں :

سلام علیک اے نبی مکرمؐ ۞ مکرم تراز آدم و نسل آدمؑ
سلام علیک اے ز آغاز فطرت ۞ طفیل وجود تو ایجاد عالم
سلام علیک اے ز اسماء حسنت ۞ جمالِ تو آئینۂ اسم اعظم
سلام علیک اے بملک رسالت ۞ ترا خاتم المرسلینؐ نقش خاتم

سلام علیک اے شناسا بصد سر ۞ کہ روح الامین در یکے نیست محرم
سلام علیک اے زابر نوالت ۞ مرا کشت زارِ امل سبز و خورم
توئی یا رسول اللہ آن بحر رحمت ۞ کہ باشد محیط از عطائے تو یک نم
جگر تشنگانیم از رہ رسیدہ ۞ ترحم علینا بماء ترحم
درونہا فگاریم دلہا جراحت ۞ زلطف تو داریم امید مرہم
جزاك الذی عم جودا و برا ۞ وارضاك عنا و صلی وسلم
ہزاران تحیت زحق باد فائز ۞ بروح تو و آل وصحب تو ہر دم

—(ص:۱۴)

سلام کے اشعار کے بعد قصیدہ نعتیہ التجائیہ بجناب حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے :

اے صبا در شہر یثرب گرترا باشد گذر ۞ سرمہ چشمم بیار از خاک آن وادی و در
آن سواد شہر یثرب رشک فردوس برین ۞ غیرت کنعان ز روئے حسن ہر دیوار و در
می کشد سوئے سوادش شوق دیدار کسے ۞ گر توانی اے صبا خاک مرا آنجا بہ بر
جذبہ شوقم تنم را گر رساند تا درش ۞ می کنم جاروب آن درگاہ او از موئے سر
در حریم قدس او اے ہدہد آہم برو ۞ از عبیر و زعفرانت میدہم من بال و پر
گرچہ غرق بحر عصیانم ز سر تا پاولے ۞ تو شفیع المذنبینی از گناہم درگذر
تو کہ آخر رحمۃ للعالمینی یا رسولؐ ۞ رحمتے کن بر من و حال من و این چشم تر

—(ص:۱۶)

یقیناً ان اشعار میں شاعر نے کیف و دل آویزی کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ ان کے اشعار زبان کی لطافت اور فن کی تکمیل کی تصویر ہے۔ شاعر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بڑے پاکیزہ الفاظ میں التجا کی ہے۔ یہ اشعار شاعر کے باطنی خلوص و عقیدت کے آئینہ دار ہیں۔

مولانا غلام دستگیرؒ نے اس میلاد نامے میں نہایت اختصار مگر بڑی جامعیت کے ساتھ واقعہ معراج کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت جبریل امین کے ہمراہ تشریف لے جانا، ہر آسمان کی سیر کرنا، باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونا، ملائکہ و جنت و دوزخ کا ملاحظہ کرنا وغیرہ جیسے امور کو سادہ اور سلیس انداز میں بیان کیا ہے۔ شب معراج پیش آنے والے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

’’روایت ہے کہ جب حضرت جبرئیل امین بحکم رب العالمین بحضور حضرت خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر ہو کر مژدہ وصال خالق ذوالجلال عرض کیا تب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آراستہ و پیراستہ ہو کر ہمراہ امین اللہ تشریف فرمائے معراج ہوئے اور فرشتگان سمٰوات مع ارواح طیبات انبیاء علیہم السلام ہمرکاب صاحب التاج ہوئے‘‘۔۔۔(ص:۵۷)

نثر کے علاوہ نظم میں بیان معراج لکھا گیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے :

کس شان سے دو جہان کے سرور ۞ پہنے ہوئے حلۂ منور
باندھے ہوئے شملۂ معطر ۞ کھولے ہوئے گیسوئے معنبر
با زینت و جاہ و حشمت و فر ۞ گھوڑے پہ چلے سوار ہو کر
جاتا تھا رکاب کے برابر ۞ کھولے ہوئے جبرئیل شہپر
یہ دھوم تھی ہر فلک کے اندر ۞ آتے ہیں حبیبؐ رب اکبر
شاہ لولاک ذات اطہر ۞ داخل ہوئے جب فلک کے اوپر
ادریس مقیم چرخ اخضر ۞ بولا کہ قسیم حوض کوثر

۔۔۔(ص:۵۸)

شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام قوسین جلوہ افروز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: السلام علیك یا ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔ اس روایت کو دلکش انداز میں یوں بیان کرتے ہیں :

احمد مختار سلام علیک ۞ سید ابرار سلام علیک
شام و سحر رحمت پروردگار ۞ ہر خم گیسو پہ تمہارے نثار
تم مرے محبوب ہو مشتاق ہم ۞ تم پہ فدا ہے میرا لطف و کرم
شوق تمہارا مجھے غالب ہوا ۞ جو تیرا مطلوب تھا طالب ہوا
چہرۂ تابان سے اٹھا دو نقاب ۞ تم پہ فدا ہوگا مہ و آفتاب
شمع نبوت تہ دامن کرو ۞ عرش بریں کو میری روشن کرو
ٹھہرو کوئی لحظہ کہ خود بے نیاز ۞ کرلے ادا شوق فزوں سے نماز
معنی و مقصود نماز خدا ۞ یہ کہ کہے صل علی المصطفیٰ
گم ہے یہاں راست چپ وتحت وفوق ۞ ہے یہاں روشن فقط ایک شمع شوق

در نہیں دیوار نہیں کو نہیں ۞ دورے کو گنجائش یکمو نہیں
شوق کا غلبہ ہے توقف نہو ۞ وقت وصال آیا تکلف نہو
اے مرے مشتاق ہمارے حبیب ۞ اور قریب آؤ ذرا اور قریب
آگے چلے آؤ کہ ہم باربار ۞ تم پہ کریں گوہر رحمت نثار
انت حبیبی صلواتی علیک ۞ انت قریبی برکاتی علیک

—(ص:۶۱)

بیان شب معراج کے بعد مولانا غلام دستگیرؒ نے نفس مضمون کی طرف رجوع کیا ہے اور علمی انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد، شمائل، محامد و محاسن، فضائل و کمالات کو منظوم کر کے ذکر کیا ہے، اس ضمن میں صحابہ کرام کا بھی ذکر موجود ہے۔ ہر مضمون کو عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ مولانا موصوفؒ نے حلیہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال، چہرہ مبارک، رخسار، رنگ، قد و قامت کا بیان دلفریب انداز میں کیا ہے، اشعار ملاحظہ فرمائیے:

نظر آیا وہ رخسار جہان تاب ۞ عرق سے جس کے گوہر کا جگر آب
وہ مشکین جعد زلف عنبرین فام ۞ نہاں جس میں شب معراج کی شام
بھویں خمدار تھیں قوسین رحمت ۞ نگاہ چشم روشن عین رحمت
لب جان بخش برگ گل سے خوش رنگ ۞ کہ جس کی شرم سے غنچہ ہوں دلتنگ
محاسن گرد روئے عالم افروز ۞ بہم ہو جیون شب قدر اور نو روز
میانہ قد قیامت کرنے والا ۞ قد بالائے یوسفؑ سے دو بالا
یہ صورت دیکھ وہ مشتاق دیدار ۞ گرا قدموں پہ بے تابانہ یکبار
زبان کھولی بایں عرض تمنا ۞ کہ اے ابر کرم رحمت کے دریا

—(ص:۷۸)

انسان ہو یا فرشتہ، شجر ہو یا حجر سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کے اسیر ہیں، اسی کے پیش نظر مولانا غلام دستگیرؒ نے اس میلاد نامہ میں استن حنّانہ کا مشہور واقعہ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے علاوہ شجر و حجر کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق ہوتا ہے، نیز اس واقعہ سے ایک ستون کے جذبات عشق کا اظہار ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں ایک ستون تھا جسے استن حنانہ کہا جاتا ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے، جب مسجد نبوی میں منبر رکھا گیا اور آپ ﷺ اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو وہ ستون آپ کے ہجر و جدائی میں رونے لگا، اور اس قدر زور زور سے آہ و بکا

کرنے لگا کہ مسجد نبوی میں موجود صحابہ کرام اس کے رونے کی آوازسنیں،اوراس کو روتے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ ستون کے رونے کی آوازسن کرتمام حاضرین بھی رونے لگے۔یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں مشہور ہے۔ اس واقعہ کومنظوم کیا گیاہے،تمام اشعارمیں سلاست وروانی،عقیدت ومحبت کے نکھرے ہوئے جذبات،عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احساسات کارنگ نظرآتاہے۔اشعارمیں سوزعشق ومحبت اوج کمال پرہے،اشعاراس قدرمؤثرہیں کہ اگران کوترنم میں پڑھا جائے تو اہلیان محفل پروجد وکیفیت طاری ہوجائے۔یہ واقعہ متعدد عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ہرعنوان سے چند اشعار درج ذیل ہیں :

اشعاراز''حکایت وروایت استن حنانہ درنظم اردو'' :

ایک ستون تھا استن حنانہ نام ۞ تکیہ گاہ حضرت خیر الانام
راجع ومنسوب تھا اس کی طرف ۞ صحبت جسم پیمبر کا شرف
گوکہ صورت میں وہ چوب خشک تھا ۞ غیرت افزائے شمیم مشک تھا
دولت الصاق تن سے آشنا ۞ عنبریں بوئے بدن سے آشنا
اس ستون کی رنگ وبو پر بار بار ۞ غنچہ وگل جان ودل کرتے نثار
مرتبہ میں وہ ستون ارجمند ۞ رتبہ تخت سلیمانؑ سے بلند

—(ص:۱۰۱)

اشعاراز''تمہید کلام'' :

دیکھئے تو ساز وسامان ستون ۞ وصل پیغمبر ہوا جان ستون
فی الحقیقت جان ہے سودائے عشق ۞ سینہ ودل مسکن و ماوائے عشق
آدمی ہے یا شجر یا سنگ ہے ۞ عشق کے عالم میں سب ہمرنگ ہے
جان عاشق ہے تو حسن روئے دوست ۞ زندگی ہے عاشقوں کی بوئے دوست

—(ص:۱۰۱)

اشعاراز''بیان جلوس حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برمنبر شریف'' :

الغرض تھا وہ ستون خوش نہاد ۞ وصل جان افزائے پیغمبر سے شاد
پر ستون سے دعوے عشق حبیب ۞ ناپسند آیا کہ خالق تھا رقیب
ناگہاں جبریل لائے یہ پیام ۞ حق نے فرمایا ہے اے خیر الانام

آپ ہیں محبوب رب العالمین ۞ پس زمین پر بیٹھنا لائق نہیں
آج سے منبر پہ فرمائیں جلوس ۞ شان محبوبی کی دیکھلائیں جلوس
خواجۂ عالم بحکم کبریا ۞ برسر منبر ہوئے رونق فزا
مجمع اصحاب حاضر روبرو ۞ گوہرافشان شہد ریزان گفتگو

ــــ(ص:۱۰۲)

اشعاراز ''بیان گریستن ستون از فراق حضرت نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' :

اتفاقا وہ ستون بے نوا ۞ عین مجلس میں لگا کرنے بکُا
نعرہ زن تھا رعد نالان کی طرح ۞ اشک ریزان ابر باران کی طرح
بے زبان جیون شمع سوزان شعلہ خیز ۞ دم بہ دم بے چشم وسر خون نابہ ریز
اہل مجلس دیکھ کر حال ستون ۞ عالم حیرت میں تھے سب سرنگوں

ــــ(ص:۱۰۲)

اشعاراز ''پرسیدن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال گریۂ ستون وجواب دادن او'' :

خواجۂ عالم نے فرمایا پکار ۞ کاے ستون ہے کس لئے تو بیقرار
عرض کی اے سید دنیا و دین ۞ بے تمہارے اب تحمل ہے نہیں
ایک دن وہ تھا کہ تم بالطف عام ۞ تکیہ فرماتے تھے ہم پر صبح وشام
یاد ہے وہ گل سے پہلو کی ادا ۞ یاد ہے سیمین سے بازو کی ادا
یاد ہے وہ صحبت جسم شریف ۞ یاد ہے زلفوں کی خوشبوئے لطیف
ہجر سے دل ہوگیا خون زہرہ آب ۞ جلوہ فرما ہو جئے اے آفتاب
وہ سعادت پھر میسر ہو مجھے ۞ کفش پا پھر تاج برسر ہو مجھے

ــــ(ص:۱۰۳)

اشعاراز ''مژدہ دادن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آن ستون را'' :

سید مختار نے اس کو کہا ۞ اے ستون پاک جوہر باصفا
تو کہے تو ہم تجھے کردیں درخت ۞ پھول وپھل سے ہوترا ہموار بخت
یا بنادیں نونہال سایہ دار ۞ جن سے راحت پائیں اہل روزگار

وہ ستون بولا کہ اس سے کام کیا ۞ عاشقوں کو بے حبیبؐ آرام کیا
آرزو ہے تو یہی ہے اے رسولؐ ۞ کیجئے پھر تکیہ گاہی میں قبول
تب پیمبرؐ نے کہا اب صبر کر ۞ حشر میں مطلب سے ہوگا بہرہ ور
وصل کی دولت سے ہوگا کامیاب ۞ یہ دعا ہے تیرے حق میں مستجاب
اس ستون کو بعد ازاں مدفون کیا ۞ اختتام اس طرح پر مضمون کیا
ربنا صل و سلم بالکرم ۞ وعلی اولادہ خیر الامم

—(ص:۱۰۴)

''حدیقۂ میلاد'' کو پڑھنے کے بعد یہ کہنا عین انصاف ہوگا کہ مولانا غلام دستگیرؒ نے جس دلپذیر انداز میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کیا ہے اس سے حب نبوی میں کافی اضافہ ہوتا ہے۔ زبان و بیان اور مؤثر اسلوب کے لحاظ سے یہ کتاب عدیم المثال اور بے نظیر ہے۔ میلاد نامے کا اختتام قطعۂ تاریخ پر ہوا ہے :

بہ فضل خدا وہ چھپی یہ کتاب ۞ کہ عالم میں جس کی نہیں ہے نظیر
ہوئی فکر تاریخ جس دم مجھے ۞ کہا دل نے تازہ کرامات پیر
۱۲۸۷ ہجری

—(باقی)

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

## برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

دوسری قسط

# خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● مولانا شاہ ہلال احمد قادری

سورۂ آل عمران کی آیت مذکورہ میں جس رسول کے لائے ہوئے قانون اور جن پر نازل شدہ کتاب ہدایت قرآن مجید کی تصدیق کرنے اور اس دین کی اشاعت میں مدد کرنے کا انبیائے کرام سے حلف لیا گیا تھا، اس دین کی تکمیل کا اعلان نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے چندماہ قبل ان الفاظ میں کیا گیا :

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ؕ —

(المائدہ : ۳)

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں تمہارے لئے اسلام کو دین بنا کر راضی ہوں۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں امام طبری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں :

عن ابن عباس قوله : اليوم اكملت لكم دينكم ۔هو الاسلام ۔ قال : اخبر الله نبيه ﷺ والمومنين انه قد اكمل لهم الايمان فلا يحتاجون الى زيادة ابدا وقد اتمه الله عزذكره فلا ينقصه ابدا وقد رضيه الله فلا يسخطه ابدا —(تفسير جامع البيان۔طبری)

ترجمہ : حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ تکمیل دین سے اسلام مراد ہے اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور مومنین کو خبر دی ہے کہ اللہ نے ان کے لئے ایمان کی تکمیل فرمادی ہے، اب ان کو اس میں کبھی اضافہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور اللہ نے ایمان کو جامعیت کے ساتھ ایسا مکمل کر دیا ہے کہ کبھی اس میں ان کو کوئی نقص نہیں ملے گا۔

امام طبری، مفسر سُدی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں :

هذا نزل يوم عرفة ، فلم ينزل بعدها حلال و لا حرام ورجع رسول الله ﷺ فمات ۔

فقالت اسماء بنت عمیس حججت مع رسول اللہ ﷺ تلك الحجة ۔ فبینما نحن نسیر اذ تجلی له جبریل فلم تطق الراحلة من ثقل ما علیها من القرآن فبرکت فاتیته فسجّیت علیه بردائه کان علی ۔

ترجمہ : یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی ،اس کے بعد کوئی چیز نہ حلال کی گئی نہ حرام کی گئی،اور اس حج سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی ۔حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا، ہم لوگ وہاں سے روانہ ہو رہے تھے کہ آپ کے پاس جبریل آگئے تو قرآن کے وزن کی وجہ سے آپ کی سواری کھڑی نہ رہ سکی بیٹھ گئی ، میں آپ کے قریب آئی اور میں نے اپنی چادر آپ کے اوپر ڈال دی ( تا کہ نزول قرآن کے وقت کی آپ کی خاص کیفیت لوگوں سے چھپی رہے )۔

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... الیوم اکملت لکم ایها المومنون فرائضی علیکم وحدودی وامری ایاکم و نهیی و حلالی و حرامی وتنزیلی من ذلك ما انزلت منه فی کتابی و تبیانی ما بینت لکم منه لوحیی علی لسان رسولی ۔ والادلة التی نصبتها لکم علی جمیع ما بکم الحاجة الیه من امر دینکم ۔ فاتممت لکم جمیع ذلك فلا زیادة فیه بعد ذلك الیوم ۔ قالوا : وکان ذلك فی یوم عرفة عام حج النبی ﷺ حجة الوداع ۔ وقالوا : لم ینزل علی النبی ﷺ بعد هذه الآیة شئ من الفرائض ولا تحلیل شئ ولا تحریمه ۔ وان النبی ﷺ لم یعش بعد نزول هذه الآیة الا احدی و ثمانین لیلة ۔

ترجمہ : اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ یعنی اے مومنو آج میں نے تم پر اپنے فرائض مکمل کردئے اور تمہارے لئے اپنے متعین کردہ شرعی حدود اور اجازت وممانعت کے احکام اور حلت وحرمت کے احکام مکمل کر دئے اور وہ سب باتیں جو میں نے اپنے رسول کی زبان سے وحی کے ذریعہ نازل کیں اور واضح کیں وہ سب مکمل کردیں اور ان تمام امور کی طرف تمہاری رہنمائی مکمل کردی جس کی تم کو دین کے معاملے میں ضرورت تھی ،تو آج کے بعد سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے حجۃ الوداع کے سال عرفہ کا دن تھا۔مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے بعد حلت وحرمت کے مسئلے میں کوئی آیۃ نازل نہیں ہوئی۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

هذه اکبر نعم اللہ عز وجل علی هذه الامة حیث اکمل تعالی لهم دینهم فلا یحتاجون

الی دین غیرہ ولا الی نبی غیر نبیھم صلوات اللہ وسلامہ علیہ ۔ ولھذا جعلہ اللہ خاتم الانبیاء و بعثہ الی الجن والانس ۔فلا حلال الا ما احلہ ولا حرام الا ما حرمہ ولا دین الا ما شرعہ وکل شئ اخبر بہ وھو حق وصدق لا کذب فیہ ولا خلف کما قال تعالی : وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ — (الانعام:۱۱۵) ای صدقا فی الاخبار وعدلا فی الاوامر والنواھی ۔فلما اکمل الدین لھم تمت النعمۃ علیھم ولھذا قال تعالی : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ......ای فارضوہ انتم لانفسکم فانہ الدین الذی رضیہ اللہ واحبہ وبعث بہ افضل رسلہ الکرام وانزل بہ اشرف کتبہ —(تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ : اس امت پر یہ اللہ عزوجل کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ امت کے لئے دین کو اس طرح مکمل کر دیا کہ اب امت کسی دوسرے دین کی محتاج نہیں رہی اور نہ اپنے نبی کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی محتاج ہے،صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ اسی لئے اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خاتم الانبیا بنایا اور آپ کو جن وانس کی طرف مبعوث فرمایا تو اب وہی چیز حلال ہے جو آپ نے حلال کی اور وہی چیز حرام ہے جو آپ نے حرام کی اور دین وہی ہے جس کو آپ نے دین قرار دیا۔ ہر وہ بات جس کی آپ نے خبر دی ہے وہی حق اور سچ ہے،اس میں جھوٹ کی کوئی گنجایش نہیں ۔جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ یعنی تمہارے رب کا کلمہ صدق اور عدل دونوں میں مکمل ہے ۔تو جب اللہ تعالی نے امت کے لئے دین کو مکمل کر دیا تو امت پر اپنی نعمت بھی تمام کر دی ،اسی لئے فرمایا:اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ......یعنی تم بھی خود کو اس دین سے راضی کرلو کیونکہ یہ وہ دین ہے جس سے اللہ راضی ہے اور اللہ نے اس کو پسند کرلیا ہے اور اسی دین کے ساتھ اللہ نے افضل الرسل محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ان پر سب سے اشرف کتاب قرآن نازل فرمائی۔

آیۃ مبارکہ کی تفسیر کے مطالعہ سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے چند ماہ قبل قوانین اسلامی کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا گیا، وحی کا نزول آنحضرت ﷺ کی وفات تک جاری رہا لیکن حلال وحرام کا کوئی حکم اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوا۔حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک بار کسی یہودی نے کہا کہ آپ کے یہاں ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو ہمارے یہاں نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن بناتے۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے دور نبوت میں شریعت اسلامیہ کی تکمیل نہیں ہوئی تھی ،مسائل شریعت قوم بنی اسرائیل کی ضرورت کے مطابق تھے۔ ہمیشہ کے لئے اور پوری انسانیت کے حق میں کافی نہیں تھے۔

سورۂ احزاب کی آیۃ کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان کیا گیا،سورۂ انعام کی آیۃ میں خاتم النبیین کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنے کو قانونی شکل دی گئی اور سورۂ مائدہ کی آیۃ سے دین اسلام کے مکمل ہو جانے کا اعلان کر کے

بات واضح کردی گئی اور اب قرآن کریم کی روشنی میں خاتمیت محمدی ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔مسئلۂ ختم نبوت پر احادیث متواترہ ہم بعد میں پیش کریں گے۔

اب تک جتنے کاذب وملعون آدمیوں نے دعوائے نبوت کیا ان میں کئی ایسے ہیں جنہوں نے پہلے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا اور اس کے بعد مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا، برطانوی حکومت کے پروردہ مرزا غلام احمد قادیانی نے، مہدویت کے راستے سے تدریجاً ختم نبوت کے اسلامی عقیدے پر شب خون مارنے کی کوشش کی۔ابلیس ملعون کے اس ''تلمیذ ارشد'' نے ''ظلی'' اور ''بروزی'' کی اصطلاح استعمال کرکے اپنی خبیث تحریک چلائی، اسلامی دنیا اس وقت چونکی جب اس کے اثرات پھیل چکے تھے۔

احادیث میں قیامت کی بڑی نشانیوں میں امام مہدی کے ظہور، حضرت عیسی کے نزول اور دجال کے خروج کی پیش گوئیاں موجود ہیں اس لئے ان لوگوں کو اپنی اسلام دشمن تحریک مسلمانوں میں پھیلانے کے لئے مہدی اور مسیح ہونے کا دعوی کرنا آسان معلوم ہوا، اور جاہل مسلمان ان کے اس باطل نظریات کے جال میں آپھنسے، قادیانیوں نے اپنے گمراہ کن نظریے کو پھیلانے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا۔

قادیانی، حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور ان کے نزول کا اس لئے انکار کرتے ہیں تاکہ اس پس منظر میں مرزا کے جھوٹے دعوائے نبوت کو ثابت کریں۔عیسائی بھی حضرت مسیح کی وفات یعنی سولی دئے جانے کے قایل ہیں (نعوذ باللہ من ذلك) اس عقیدے میں قادیانیوں کا عیسائیوں کے خیالات سے متفق ہونا اس خیال کو تقویت دیتا ہے کہ قادیانیت کے نشوونما میں عیسائیوں کی تائید ومدد شامل ہے۔

ان سطور میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع اور نزول کے مسئلے پر قرآن کریم کی روشنی میں گفتگو کی جائے کیونکہ یہ مسئلہ بھی ختم نبوت کے مسئلے سے متعلق ہے۔مرزا خود کو مسیح موعود کہتا تھا۔آئیے دیکھیں حیات ونزول عیسی کے مسئلے میں قرآن کریم سے ہمیں کیا روشنی ملتی ہے۔

سورۂ آل عمران کی آیۃ ہے :

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ......(آل عمران:۵۵)

ترجمہ : یاد کرو جب کہا اللہ نے اے عیسی میں تمہاری مدت حیات پوری کروں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تم کو کافروں کی صحبت سے پاک کروں گا اور تمہارے متبعین کو کافروں پر فوقیت دوں گا۔

اس آیت میں ''مُتَوَفِّيْكَ'' کے لفظ سے قادیانیوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسی علیہ السلام

وفات کے بعد اٹھائے گئے۔وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے اب وہ آسمان سے نہیں اتریں گے۔ اسی بنا پر، مرزا غلام احمد کذاب نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔مرزا کے کذب وافترا پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے، آل عمران کی آیۃ مذکورہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں۔

آیۃ مذکورہ کا تعلق قبل کی آیت سے ہے، اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب ظالم یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کررہے تھے، اللہ تعالیٰ نے آل عمران کی اس آیت سے اس کا ذکر فرمایا ہے:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ: جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کی طرف سے نافرمانی (اور نیت قتل) دیکھی تو کہنے لگے کہ کوئی ہے جو خدا کا طرف دار اور میرا مددگار ہو۔حواری بولے کہ ہم خدا کے (طرف دار اور آپ کے) مددگار ہیں۔ہم خدا پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرماں بردار ہیں۔اے پروردگار جو (کتاب) تو نے نازل فرمائی ہے ہم اس پر ایمان لے آئے اور (تیرے) پیغمبر کے متبع ہوچکے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ رکھ۔اور وہ (یعنی یہود قتل عیسیٰ کے بارے میں ایک) چال چلے اور خدا بھی (عیسیٰ کو بچانے کے لئے) چال چلا اور خدا خوب چال چلنے والا ہے۔اس وقت خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کرکے تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کردوں گا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے ان کو کافروں پر قیامت تک فائق (وغالب) رکھوں گا۔

آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ''وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ'' کہہ کر یہود کی سازش کی ناکامی بیان فرمائی ہے کہ یہود کی مکاری اور حضرت عیسیٰ کے قتل کی سازش ناکام کردی گئی۔آیۃ نمبر ۵۵ میں سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ نے جو مخاطبت فرمائی ہے اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ دنیا میں تمہاری زندگی کی جو مدت ہے وہ میں پوری کروں گا، یہ لوگ تم کو قتل نہیں کرسکتے تم کو ان سے بچانے کے لئے میں تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا۔مفسرین یہی لکھتے ہیں۔امام نسفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای مستوفی اجلك و معناه انی عاصمك من ان يقتلك الكفار و مميتك حتف انفك لا قتلا بايديهم ۔ ورافعك الی ۔ الی سمائی و مقر ملائكتی۔(مدارك التنزيل)

ترجمہ : یعنی موت کے متعینہ وقت کو پورا کروں گا،اوراس کے معنی یہ ہیں کہ میں تم کو بچالوں گا کافروں کے ہاتھوں قتل سے اور تم کو طبعی موت سے وفات دوں گا ان لوگوں کے ہاتھوں قتل کر کے نہیں ۔اور تم کو اٹھالوں گا اپنی طرف ، اپنے آسمان کی طرف اور اپنے فرشتوں کے ٹھکانے کی طرف۔

آیت مذکورہ کا یہی مفہوم درست اور صحیح ہے کیونکہ سورہ نساء کی آیت سے مطابقت بھی پائی جارہی ہے،سورۃ نساء کی آیت میں حضرت عیسی کے مقتول ومصلوب ہونے کی صریحا اور پرزور نفی کی گئی ہے ۔بفرض محال ’’مُتَوَفِّيْكَ‘‘ سے موت مراد لی جائے تو اس کا وہاں کیا فائدہ تھا؟ یہود تو قتل کرنا ہی چاہتے تھے پھر’’وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۵۴‘‘ کہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ، یہ کہنا کہ اللہ تعالی نے ظالموں سے ،بچانے کے لئے ان کو موت کے حوالے کر دیا؟ عجیب احمقانہ بات ہے ۔ کافرو بے دین قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ان کو موت دے کر وہاں سے ہٹالیا گا اور پھر کسی محفوظ جگہ زندہ کر کے رکھا گیا اور پھر ان کی وفات ہوئی اور کشمیر کے کسی علاقے میں دفن کیا گیا۔(نعوذ باللہ من هذه الهفوات والخرافات ) قادیانیوں کی من گھڑت اور گمراہ کن باتیں ہیں، جب انہوں نے نبوت ہی گھڑلی ہے تو اس کے بعد وہ ہر جھوٹ بول سکتے ہیں ۔لعنة الله على الكاذبين۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع آسمانی اور حیات کا ذکر سورۃ نساء کی حسب ذیل آیات میں بہت واضح ہے :

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۱۵۵ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰي مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۱۵۶ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۱۵۷ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۱۵۸

ترجمہ : تو ان کے عہد توڑنے اور آیات الہی کے ساتھ کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کی وجہ سے اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے قلوب بند ہیں ۔اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے ۔اب ان پر تھوڑے ہی لوگ ایمان لائیں گے ۔اور (ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے ) ان کے کفر کی بنا پر اور ان کے مریم پر بہتان عظیم لگانے کی وجہ سے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کردیا اللہ کے رسول عیسی ابن مریم کو۔اور وہ ان کو قتل نہ کر سکے اور پھانسی نہ دے سکے ۔لیکن ان کے لئے ( کافروں کے لئے عیسی کا) ایک مشابہ بنادیا گیا (جس کو انہوں نے عیسی سمجھ لیا) ۔اور جو لوگ اس میں اختلاف کر رہے ہیں وہ البتہ شک میں ہیں،ان کو اس کا علم (صحیح) نہیں ہے محض گمان (فاسد) کی پیروی ہے ۔ کافروں نے یقینا ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف (زندہ) اٹھالیا اور اللہ بڑا غالب بڑا حکمت والا ہے۔

سورۃ نساء کی ان آیات میں اللہ تعالی نے یہود کے کفر کے اسباب بیان فرمائے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے عہد کو توڑا،

انبیا کو ناحق قتل کیا اور حضرت مریم پر بہتان عظیم لگا کر کفر کیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو وہ رسول تسلیم نہیں کرتے تھے اور ان کے قتل کا دعوی کیا، آیۃ میں رسول اللہ کا لفظ انہوں نے طنز اور استہزا کے طور پر کہا ہے۔ یہود کے اس دعوے کو کہ انہوں نے عیسی بن مریم کو قتل کر دیا، اللہ تعالی نے سختی سے رد کیا ہے اور اس کو ان کا گمان فاسد قرار دے کر دوبارہ پرزور الفاظ میں قتل کا انکار کیا گیا ہے۔ آیۃ کریمہ سے واضح الفاظ میں زندہ اٹھالیا جانا ثابت ہو رہا ہے۔

مفسرین کے مطابق اللہ تعالی نے جب حضرت عیسی کو مبعوث فرمایا اور ان کو نبوت کی واضح نشانیاں اور عظیم معجزات عطا فرمائے تو یہود ان سے حسد کرنے لگے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات یہ تھے کہ وہ اللہ کے حکم سے مبروص اور کوڑھی کو شفا دیتے تھے، مردوں کو زندہ کرتے تھے، مٹی کے پرند بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو اللہ کے حکم سے وہ زندہ ہو کر اڑ جاتے تھے اور لوگ ان کو اڑتے ہوئے دیکھتے تھے۔ ان معجزات کو دیکھنے کے باوجود یہود ان کو جھٹلاتے اور ان کی نبوت و رسالت کا انکار کرتے تھے۔ یہود ان کی مخالفت کے ساتھ ان کو تکلیف پہچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ یہود کی مسلسل ایذا رسانیوں کی وجہ سے حضرت عیسی اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہما السلام کسی ایک شہر میں قیام نہیں کر پاتے اکثر سیاحت میں رہتے تھے۔ ظالم یہودیوں کی دشمنی یہیں تک محدود نہیں رہی، اس زمانے میں دمشق کا بادشاہ ایک ستارہ پرست مشرک تھا، یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے خلاف سازش کی اور بادشاہ کے پاس جا کر کہا کہ بیت المقدس میں ایک شخص ہے جو لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے اور فساد پھیلا رہا ہے، کافر بادشاہ کو آپ علیہ السلام کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ اس نے بیت المقدس میں رہنے والے اپنے نائب کو لکھا کہ اس شخص کو گرفتار کر کے پھانسی دو اور اس کے سر میں کیل ٹھونک دو تا کہ لوگ اس کے فتنے سے محفوظ ہو جائیں (اعاذنا اللہ من ھذا الکفر)۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم ملنے کے بعد بیت المقدس کا ناظم یہود کی ایک جماعت کے ساتھ اس مکان کی طرف گیا جہاں سیدنا مسیح علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ قیام فرما تھے اس وقت ان کے ساتھ کے حواریوں کی تعداد بارہ یا تیرہ اور ایک روایت کے مطابق سترہ تھی، اور وہ جمعہ کا دن عصر کے بعد کا وقت تھا، ظالموں نے اس مکان کا محاصرہ کر لیا، حضرت مسیح کو جب یہ احساس ہو گیا کہ اب وہ لوگ بہرصورت گھر میں داخل ہو جائیں گے یا ان پر غالب آجائیں گے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں کوئی ہے جس کو میرے مشابہ کر دیا جائے وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، اسی کا ذکر اللہ تعالی نے سورۂ نساء میں فرمایا ہے: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ ...... یعنی میرے لئے قربانی دے میری مشابہت کی وجہ سے ظالم یہود اس کو عیسی بن مریم سمجھ کر لے جائیں اور وہ مارا جائے تو آخرت میں وہ نجات یافتہ ہوگا اور جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔ یہ سن کر ایک نوجوان حواری اس کام کے لئے تیار ہو گیا، حضرت عیسی علیہ السلام نے کئی بار یہ بات فرمائی اور ہر بار اسی نوجوان نے خود کو پیش کیا تو اللہ تعالی نے اس حواری کو حضرت عیسی علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا اور اسی وقت گھر کی چھت میں ایک روزن کھلا اور عیسی علیہ السلام پر نیند کی ایک کیفیت طاری ہوئی اور آپ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے۔ اسی کو اللہ تعالی نے فرمایا: يٰعِيۡسٰٓى

اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ......جب عیسی علیہ السلام اٹھالئے گئے تو کمرے میں موجود آپ کے اصحاب کمرے سے باہر نکلے، یہود نے عیسی علیہ السلام کے ہم شکل حواری کو دیکھا تو عیسی بن مریم سمجھ کر اس کو پکڑ لیا اور اس کو سولی دی اور پھر اس کے سر میں کیل ٹھونکی۔

بعض روایتوں میں یہ ہے کہ حضرت عیسی کے مخالفین میں سے ایک شخص کی شکل حضرت عیسی کے جیسی ہوگئی تھی لیکن مذکورہ روایت کو حافظ ابن کثیر اصح روایت قرار دیتے ہیں :

وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس ورواه النسائی عن کریب عن ابی معاویه بنحوه و كذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقى عليه شبهی فيقتل مكانی وهو رفيقی فی الجنة۔ (تفسیر ابن کثیر)

ترجمہ : اس روایت کی سند حضرت ابن عباس کی طرف صحیح ہے اور نسائی نے اس کو کریب سے اور کریب نے ابو معاویہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اور سلف میں ایک سے زیادہ لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”تم میں کون ہے جس کو میرا ہم شکل بنا دیا جائے اور وہ قتل کیا جائے تو جنت میں وہ میرا رفیق ہوگا۔

یہود کو یقین ہوگیا کہ انہوں نے حضرت مسیح کو قتل کردیا، نصاری میں صرف وہی لوگ آپ کے زندہ اٹھالئے جانے کے گواہ تھے جو گھر میں آپ کے ساتھ تھے، باقی نصاری کی ایک جماعت اپنی جہالت اور کم عقلی سے یہی سمجھتی رہی کہ وہ مقتول و مصلوب حضرت مسیح تھے۔

نصاری آج بھی حضرت مسیح بن مریم کے مقتول ومصلوب ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور صلیب کو انہوں نے اپنا مذہبی نشان بنا رکھا ہے، کہتے ہیں کہ انگریزوں کی ٹائی، حضرت عیسی کو پھانسی دئے جانے کی یاد میں اختیار کی گئی ہے۔

نبوت کے ہر جھوٹے مدعی کو نبوت کا دعوی کرنے کے لئے خود عیسی مسیح کہنا زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت عیسی علیہ السلام کا قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمانا امر یقینی ہے، اس لئے جاہل اور اسلامی عقائد سے بے بہرہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس کو وہ کارگر حربہ سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی یہی دعوی کرتا تھا کہ وہ مسیح موعود ہے یعنی جن کے آنے کا حدیث میں وعدہ کیا گیا ہے، آج بھی سارے مرزائی یہی دعوی کرتے ہیں لیکن اس احمقانہ اور شیطانی دعوے کی قرآن کریم نے پول کھول دی ہے۔ ان شیطانوں کی گمراہ کن باتوں کو صحیح مان لینے والے احمق ترین لوگ ہیں جن کو یہ حقیقت سمجھ میں نہیں آتی کہ مریم بنت عمران کے اکلوتے بیٹے، عیسی ہوں گے کوئی دوسرا کیسے ہوسکتا ہے، اگر کوئی اپنا نام عیسی رکھ کر دعوائے نبوت کرے تو بھی وہ مریم بنت عمران کا بیٹا نہیں ہوسکتا جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ سیدنا عیسی مسیح صلوات اللہ علیہ کے سوا آج تک کوئی آدمی بغیر باپ کے نہیں پیدا ہوا، بغیر مرد وعورت اور زن وشو کے ظاہری تعلق کے یا مرد و عورت کے نطفے جمع کئے بغیر اب قیامت تک کوئی بچہ نہیں پیدا ہوسکتا۔ یہ خصوصیت صرف حضرت عیسی علیہ السلام کو حاصل ہے

ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا نادر ظہور ہے۔وہ پیدائشی نبی ہیں ولادت کے بعد ہی اپنی والدہ کی آغوش میں انہوں نے اپنی رسالت ونبوت کا اعلان فرمایا۔حضرت مریم جب ان کو گود میں لے کر قوم کے سامنے آئیں تو قوم کے لوگ ان کو گناہگار سمجھ کر ملامت کرنے لگے تو انہوں نے حضرت عیسیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ اس بچے سے ہی پوچھ لو،لوگوں نے کہا: كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ (ہم گود کے بچے سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟) تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولنے لگے۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾ —(مریم)

ترجمہ : (بچے نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔اور میں جہاں ہوں (اور جس حال میں ہوں) مجھے صاحب برکت کیا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔اور (مجھے) اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا (بنایا ہے) اور سرکش و بد بخت نہیں بنایا۔اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام (ورحمت) ہے۔یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے، جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اعلان نبوت کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: یہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔اب کوئی دوسرا مسیح ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ یقینا جھوٹا اور لعنتی ہے قرآن کا منکر ہے اور اس کے متبعین کافر وگمراہ ہونے کے ساتھ انتہا درجے کے بے وقوف اور احمق ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حیات ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے نزول فرمائیں گے،قرآن کی شہادت ملاحظہ کریں :

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ —(النساء)

ترجمہ : اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

اس آیۂ کریمہ میں حضرت عیسیٰ کی موت کا ذکر ہے اور موت سے قبل اہل کتاب کے ایمان لانے کا ذکر ہے اور قیامت کے دن ان کے گواہ ہونے کا ذکر ہے۔ایمان سے مراد یہاں ان کے آسمان پر زندہ اٹھالئے جانے اور ان کے زندہ رہنے کو تسلیم کرنا ہے اور حضرت مریم کی پاکدامنی کو تسلیم کرنا مراد ہے۔موت کے لئے ان کا قرب قیامت میں زمین پر آنا ضروری

ہے کیونکہ موت کی جگہ یہی عالم ناسوت ہے۔عالم ملکوت موت کی جگہ نہیں۔اوران پر ایمان لانے کے لئے اس وقت کے انسانوں کاان کو دیکھنالازمی ہےاورموت زندگی کے بعد ہی ہوتی ہے۔گواہی کامفہوم یہ ہے کہ حضرت عیسی اپنی زندگی کے دونوں دورمیں اپنی امت کی نافرمانی کی گواہی دیں گے۔

قرآن میں اللہ تعالی نے حضرت عیسی کی پیدائش کاذکرفرمایاہے،ان کے اعلان نبوت کاذکرفرمایااور پھران کے زندہ آسمان پراٹھالئے جانےکوبیان فرمایااورآیۃ مذکورہ میں ان کے دنیامیں تشریف لانےاوروفات پانے کاذکرکیا گیاہے۔قرآن کریم میں ان باتوں کوصاف صاف اس لئے بیان کیاگیاکہ کوئی خبیث کافرومرتد مسیح موعود کے بہانے سے خاتمیت مصطفی پرانگلی اٹھانے کی ہمت نہ کرے،اب اگرقرآن سے بھی کسی لئیم الطبع کوہدایت نہیں ملتی توجان لیناچاہیےکہ اس دل پرمہرلگ چکی ہے۔

اس آیۃ کریمہ کی تفسیرمیں مفسرین کےکئی اقوال ہیں :

ایک تفسیر یہ ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاری میں سے جواس وقت موجود ہوں گے وہ اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسی پرایمان لے آئیں گےلیکن ان کے ایمان کاان کوکوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ استحضارموت کےوقت کاایمان عنداللہ قابل قبول نہیں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے ہریہودی اورعیسائی کو یہ یقین ہوجائے گا کہ حضرت عیسی اللہ کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں اوروہ حیات ہیں۔نہ وہ قتل کئے گئے اورنہ مصلوب ہوئے جیسا کہ یہود کادعوی ہے اورجیسا کہ نصاری سمجھتے رہے ہیں۔حضرت عیسی علیہ السلام کو دیکھ کران کی وفات سے پہلے جولوگ ان پرایمان لائیں گےان کاایمان عنداللہ قابل قبول ہوگایانہیں یہ اللہ ہی کومعلوم لیکن سیاق آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت عیسی کے بارے میں جوعقیدہ اورنظریہ یہوداورنصاری نے بنارکھا تھاوہ سب ختم ہوجائے گااوراصل حقیقت حضرت عیسی کے بارے میں اورحضرت مریم کے بارے میں واضح ہوجائے گی،ان کوآسمان سے اتارکردوبارہ دنیامیں لانے کاایک مقصداللہ تعالی کایہ بھی ہےاورممکن ہے کہ ایمان لانے سےان حقائق کوتسلیم کرلینامرادہو۔

مذکورہ آیۃ کریمہ کا تیسرامفہوم یہ ہے کہ ہریہودی اورنصرانی اپنی موت سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ پرایمان لے آئے گا۔

لیکن تفسیرطبری اورتفسیرابن کثیرمیں دوسرےقول کوترجیح دی گئی ہےحافظ ابن کثیرلکھتے ہیں :

ولاشك ان هذاالذى قاله ابن جرير هوالصحيح لانه المقصود من سياق الآى فى تقرير بطلان ما ادعته اليهود من قتل عيسى وصلبه و تسليم من سلم لهم النصارى الجهلة ذلك فاخبر الله لم يكن الامر كذلك ۔ وانما شبه لهم فقتلوه الشبيه وهم لا

يتبينون ذلك ثم انه رفعه اليه وانه باق حي وانه سينزل قبل يوم القيمة كما دلت عليه الاحاديث المتواترة ...فيقتل مسيح الضلالة و يكسر الصليب و يقتل الخنزير ويضع الجزية يعني لا يقبلها من احد من اهل الاديان بل لا يقبل الا الاسلام او السيف فاخبرت بهذه الآية ان يومن به جميع اهل الكتاب حينئذ ولايتخلف عن التصديق به واحد و لهذا قال : ان من اهل الكتاب ...اى قبل موت عيسى الذى زعم اليهود و من وافقهم من النصارى انه قتل و صلب —(تفسير ابن كثير، النساء :۱۵۹)

ترجمہ : اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن جریر نے جو کہا ہے وہ صحیح ہے، اس لئے کہ سیاق آیات سے یہود کے دعوی کا بطلان مقصود ہے ان کا باطل دعوی حضرت عیسی کا مقتول ومصلوب ہونا اور جاہل عیسائیوں کا اس کو تسلیم کر لینا ہے، اللہ تعالی نے اس بات کی خبر دی ہے کہ معاملہ ایسا نہیں ہے انہوں نے عیسی کے مشابہ کو قتل کیا اور یہ بات ان پر واضح نہیں ہوسکی پھر اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ نے اس بات کی خبر دی کہ حضرت عیسی باقی ہیں زندہ ہیں اور وہ قیامت سے قبل آسمان سے اتریں گے جیسا کہ احادیث متواترہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر وہ مسیح ضلالت دجال کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کا خاتمہ کریں گے اور جزیہ اٹھادیں گے یعنی کسی غیر مسلم سے جزیہ قبول نہیں کریں گے یا تو اس سے اسلام لانے کا مطالبہ کریں گے یا اس سے جنگ کریں گے (یعنی غیر مسلم ذمیوں سے جو ٹیکس ان کے تحفظ کے لئے دور خلافت میں جزیہ کے نام سے لیا جاتا رہا ہے اور اس کے عوض مملکت اسلامی میں ان کو رہنے کی اجازت ہوتی تھی، اس وقت یہ سہولت سرے سے ختم کردی جائے گی اور پوری دنیا میں دین اسلام غالب رہے گا اور شریعت محمدی کا نفاذ ہوگا، اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین پر چلنے کا کسی کو اختیار نہیں ہوگا) آیۃ کریمہ سے اس بات کی خبر دی جارہی ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب حضرت عیسی کو مان لیں گے اور ان کی تصدیق سے کوئی پیچھے نہیں رہے گا، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا: کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔ یعنی عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے جن کو یہود اور ان کی موافقت میں عیسائی مقتول و مصلوب سمجھتے رہے۔

—(جاری)

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

# شریعت وطریقت کے مجمع البحرین

## محی الملۃ والدین حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہ

● مولانا محمد سجاد حسین قادری مجیبی ــــ استاذ دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

صوبۂ بہار کو جن خصوصیات کی وجہ سے دیگر صوبوں پر فوقیت حاصل ہے،ان میں ایک عظیم خصوصیت اس سرزمین پر امارت شرعیہ کا قیام بھی ہے، جس کے ماتحت ہندوستانی مسلمان احکام شرعیہ خصوصاً جمعہ و جماعت، نکاح وطلاق اور میراث کے احکام ادا کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ اقامت دین کا فریضہ انجام پاتا ہے۔قیام امارت جتنا مشکل تھا اس سے بڑا امر دشوار اس کے فروغ وارتقاء کے لیے ایک زرخیز سرزمین اور انتخاب امیر کا مسئلہ تھا، بحمدہ تعالیٰ اسلام ومسلمانان ہند کی یہ اشد ضرورت پھلواری شریف میں صدیوں سے قائم وآباد، مرکز رشد و ہدایت، خانقاہ عالم پناہ مجیبیہ نے پوری کی، خانقاہ نے نہ صرف اپنے وسیع دامن میں امارت کو جگہ دی بلکہ پے درپے تین امرائے شریعت کی مقدس خدمات بھی عطا کی، جنہوں نے اپنے خون جگر سے شجر امارت کی آبیاری کی اور آج امت مسلمہ اس کے نتائج وثمرات سے مستفیض ہو رہی ہے، امارت شرعیہ کے فروغ وارتقاء کے لئے جن بزرگوں نے اپنی قیمتی خدمات اور قربانیاں پیش کی ہیں ان میں اکابر خانقاہ مجیبیہ کے نام سرفہرست ہیں، بانیان امارت میں حضرت اقدس بدرالکاملین فیاض المسلمین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی، حضرت مولانا ابوالمحاسن سجاد، حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی اور حضرت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدست اسرارہم کی شخصیات اہم ہیں، امارت کی شہرت ومقبولیت انہی حضرات کی مرہون منت ہے۔

ان اوراق میں جس عظیم ومثالی شخصیت کا ذکر خیر مقصود ہے، خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشینان میں سے ساتویں سجادہ نشیں اور امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے دوسرے امیر شریعت ہیں، جو ایک طرف متبحر وماہر فن عالم دین اور دوسری طرف عارف باکمال وزاہد فقید المثال تھے، آپ کو عربی وفارسی ہر دو زبانوں میں کامل عبور حاصل تھا، دونوں زبانوں میں اہل زبان کی طرح

بلاتکلف گفتگو فرمایا کرتے تھے، آپ عربی ادب کے ذوق رکھنے والوں کے ساتھ عربی میں خط وکتابت کرتے تھے، آپ کے عربی ادب میں مہارت کا اندازہ آپ کے عربی خطبات سے کیا جاسکتا ہے، جو ولادت ومعراج نبوی، شعبان ورمضان کی فضیلت اور روزہ کے احکام ومسائل پر مشتمل ہیں، حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری قدس سرہ آپ کے تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''یوں تو آپ جامع العلوم تھے، مگر جن علوم میں آپ کامل دست گاہ رکھتے تھے وہ حدیث، فقہ اور عربی علم ادب تھا۔ حدیث پر بڑی اچھی نظر تھی اور اس فن کی خاص چیز یعنی متضاد احادیث میں توجیہ وتطبیق پر پورا ملکہ رکھتے تھے، بے شمار احادیث یاد تھیں اور ان کے شروح وحواشی تو اس کثرت سے مطالعہ میں آئے تھے کہ کتنی قلمی اور نایاب شرحوں کے مضامین کی طرف اپنی تحریر وتقریر میں اکثر اشارہ فرماتے تھے، فقہ میں آپ کو تفقہ فی الدین کی خداداد دولت حاصل تھی۔ آپ کی فہم وفقاہت مسلم تھی، اسی کا یہ اثر تھا کہ آپ اپنے صوبہ کے امیر شریعت منتخب ہوئے اور پورے فکر وتدبر کے ساتھ آپ نے اس منصب کے فرائض انجام دیئے۔

امارت شرعیہ کے خصوصی ارکان نائب امیر شریعت ناظم امارت قاضی دارالقضا وغیرہم کے درمیان جب کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوتا تو یہ حضرات اپنے خیالات دلائل کے ساتھ قلمبند کرکے حضرت کی خدمت میں پیش کردیتے اور آپ اس پر فیصلہ فرماتے تھے''۔۔۔(محی الملۃ والدین،ص:۶۱)

حضرت محی الملۃ والدین قدس سرہ کی ذات گرامی ویسے تو لامحدود صفات کی جامع ہے مگر ان سطور میں راقم الحروف نے آپ کی دو عظیم صفات ''امیر شریعت'' اور ''امیر طریقت'' پر مختصر روشنی ڈالنے کا قصد کیا ہے، آپ بیک وقت شیخ طریقت بھی تھے اور امیر شریعت بھی، آپ پوری زندگی دونوں عہدوں کو لے کر چلے اور آپ نے دونوں بھاری ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی نبھایا، اس لیے پہلے آپ کے دور سجادگی کا ذکر کیا جارہا ہے، پھر عہد امارت کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت محی الملۃ والدین قدس سرہ ۱۹؍صفر المظفر ۱۳۴۳ھ اپنے والد بزرگوار حضرت اقدس فیاض المسلمین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ کے وصال کے چوتھے دن فاتحہ چہارم کے موقع سے سجادۂ مجیبی پر متمکن ہوئے اور ریاضات ومجاہدات کی طرف خصوصی توجہ فرمائی، دعوت وارشاد اور خدمت خلق کے لیے خود کو مکمل طور پر وقف کردیا، آپ کے اوقات عزیز اذکار واشغال، اوراد ووظائف، ذکر وفکر خداوندی، مراقبہ ومشاہدہ جمال نبوی اور تصور شیخ میں صرف ہونے لگے اور آپ نے سجادۂ مجیبیہ کے شرائط جانشینی کے مطابق عزلت وگوشہ نشینی اختیار کرلی۔

حضرت قدس سرہٗ صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند تھے، قبل سجادگی بھی فرائض وواجبات اور سنن ونوافل کے مکمل پابندی کرتے تھے، سجادگی کے بعد سنن ونوافل کا مزید اہتمام کرنے لگے، اپنے شب وروز کو یاد الٰہی، ذکر وفکر خداوندی میں بسر کرتے اور عبادات وریاضات میں کمال درجہ کا مجاہدہ فرماتے، آپ کے عالم جوانی کی ریاضت ومجاہدات کا اندازہ اس بات سے اچھی

طرح لگایا جاسکتا ہے کہ بیماری اور علالت کے زمانہ میں بھی آپ نے عبادت میں کوئی فرق آنے نہ دیا، ان معذوریوں میں بھی پورے استقامت کے ساتھ عبادت الٰہی میں ہمیشہ مصروف رہے اوراد و اشغال کی مواظبت اور مراقبات وحبس دم پر ہمیشگی فرماتے رہے، ترک نماز تو بہت بڑی چیز ہے، آپ نے ایام علالت میں بھی جماعت کا ہمیشہ التزام رکھا، پانچوں وقت مسجد مجیبی میں باجماعت نماز ادا کرتے تھے، نماز میں کھڑے رہنا دشوار ہوتا تو عصا کا سہارا لیتے، حالاں کہ اخیر عمر میں ضعف وعلالت کی صعوبت مزید برآں کمر درد کی اذیت سے آپ کو اٹھنا بیٹھنا بھی مشکل تھا، ان تمام کلفتوں کو برداشت کرنا فقط رضائے الٰہی و اتباع سنت نبوی کے لیے تھا جیسا کہ آپ کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری قدس سرہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے ہیں :

''ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر تھا خواجہ حسن نظامی صاحب تشریف لائے، اس زمانہ میں حضرت کی صحت بہت خراب تھی، نقل وحرکت دشوار ہو رہی تھی، عصا کے سہارے نماز فرض ادا فرماتے تھے، خواجہ صاحب نے عرض کیا حضور اتنی مشقت کیوں گوارا فرماتے ہیں قیام گاہ پر ہی نماز کیوں ادا نہیں فرمالیتے، پنج گانہ نماز کے لیے مسجد جانا پھر عصا کے سہارے نماز ادا کرنا یہ تو تکلیف مالایطاق ہے، حضرت نے فرمایا: میں کیسے اپنے بارے میں فیصلہ کروں کہ یہ تکلیف مالایطاق ہے، جب کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت بھی جماعت ترک نہ فرمائی اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سہارے سے اس طرح مسجد سے تشریف لے گئے کہ آپ کے دونوں پائے مبارک زمین پر گھستے جارہے تھے۔

ہمارے بزرگوں میں حضرت شیخ العالمین قدس سرہٗ جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو پلنگڑی پر لد کر تشریف لے جاتے تھے، میں تو ابھی اس حد پر نہیں پہنچا ہوں، دعا فرمائیے کہ جس کام میں لگا ہوں اس کو انجام دیتا ہوا باایمان اس دنیا سے جاؤں''۔ (محی الملۃ والدین،ص: ۱۰۲-۱۰۱)

روزوں میں رمضان کے روزوں کے علاوہ ایام مخصوصہ کے روزے بھی پابندی سے رکھتے تھے، وفات سے چار پانچ سال قبل سے جب کہ علالت بہت بڑھ گئی تھی، عمر ستر سال کو پہنچ چکی تھی، عبادات کی محنت وریاضت نے قویٰ کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ آپ روزوں کی صعوبت برداشت کرسکیں، مگر اس حالت میں بھی آپ کے ذوق عبادت وحرص الی الطاعۃ نے کبھی گوارا نہ کیا کہ بغیر کسی عذر شدید کے رمضان کے روزے ترک کریں، اخیر کے چار پانچ سالوں میں جب آپ کا مرض حد سے تجاوز کرگیا تھا اور آپ کے اندر روزہ رکھنے کی استطاعت معدوم ہو چکی تھی تب کچھ روزے فوت ہوئے، مگر آپ اولاً ان روزوں کا فدیہ ادا کر دیتے پھر درمیان سال مرض کی شدت میں کمی محسوس ہوتی تو ان کی قضا بھی رکھ لیتے تھے۔

آپ کی ۲۳؍سالہ مدت سجادگی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو آپ کی کتاب زندگی کے تمام ابواب نکھر کر سامنے آجاتے ہیں، پھر آپ کی ذات میں عبدیت وفنائیت کی تمام صفات نمایاں طور پر نظر آنے لگتی ہیں اور آپ اپنی ذات میں

ایک عالم باعمل، متبع شریعت، رہرو راہ طریقت، سالک وعاف حق، معرفت آگاہ، صوفی وصافی، جامع الحسنات، صاحب النسبۃ، درویش کامل، قتیل حب رسول، فانی فی اللہ دکھائی دیتے ہیں اور آپ کا وجود مظہر صفات الٰہیہ و پرتو نور مصطفویہ دیکھنے لگتا ہے اور آپ حدیث نبوی: ''اولیاء اللہ الذین اذا رأوا ذکر اللہ'' (اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھیں تو اللہ کی یاد تازہ ہوجائے) کے کامل مصداق تھے۔آپ کے دیدار سے مشرف ہونے والوں نے ان باتوں کو آپ کی ذات میں بچشم سر مشاہدہ کیا اور آپ کی برکات انفاس سے حتی الامکان استفاضہ واستبراک بھی کیا ہے۔

آپ کی ذات میں ابتدا سے ہی اصلاح امت وتعمیر انسانیت کا درد تھا،سجادہ رشد وہدایت کو زینت بخشنے کے بعد وہ داعیہ مزید تیز ہوگیا،لوگ آپ سے شریعت وطریقت کے ظاہری و باطنی علوم حاصل کرتے اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے،آپ کے درس تصوف کا ذکر حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری اس طرح فرماتے ہیں :

''باطنی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں آپ سے اتنے بے شمار لوگوں نے استفادہ اور اخذ فیض کیا کہ اس کا صحیح اندازہ میری طاقت سے یقینا باہر ہے۔

سجادگی کی پوری مدت میں آپ تعلیم طریقت میں مصروف رہے اور اس طویل مدت میں ہندوستان کے اطراف واکناف سے صدہا طالبین آئے اور آپ کے فیض صحبت سے اپنے نفس کے تزکیہ وتصفیہ کا سامان پیدا کیا اور تکمیل کی۔

بہترے لوگوں نے خانقاہ میں قیام کرکے اکابر صوفیا کی وہ کتابیں جو تعلیم باطن کے سلسلہ میں پڑھائی جاتی ہیں،حضرت سے پڑھیں...... دور دراز کے بہترے طالبین جو اپنی معذوریوں کی وجہ سے خانقاہ میں آکر قیام نہ کرسکتے تھے،ان کی تعلیم خطوط ومکتوبات کے ذریعہ ہوتی تھی،خطوط کے ذریعہ بھی بہت سے لوگوں نے آپ سے رشد وہدایت حاصل کی۔

آپ کے حلقۂ ارادت کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ مسلمانوں کے ہر طبقہ نے آپ سے کسب فیض واستفادہ کیا۔ بڑے بڑے فاضل علما مغربی تعلیم یافتہ حضرات،حکومت کے عہدہ داروں اور وکلا اور بیرسٹروں کی ایک جماعت آپ کے دامن فیض سے وابستہ تھی۔بعض دیندار وزراء بھی آپ سے اصلاح وتربیت حاصل کرکے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔آپ کی ذات سے ظاہری و باطنی استفادہ کا سلسلہ آپ کے حلقۂ ارادت ہی تک محدود نہ تھا بلکہ دوسرے سلسلہ اور غیر حلقہ کے اکثر افراد نے آپ سے کسب فیض کیا، بے شمار پیرزادگان ومشائخ نے آپ سے اخذ فیض اور استفادہ کیا اور کتنے سجادگان آپ کے ہاتھ پر بیعت کرکے داخل سلسلہ ہوئے۔

حضرت نے بالمشافہ اور بالمکاتبہ دونوں طرح سے لوگوں کو تصوف وطریقت کی تعلیم دی اور آپ کی ذات سے تصوف کی بہت زیادہ اشاعت ہوئی۔

صرف ہندوستان ہی آپ کے فیوض سے بہرہ مند نہ ہوا بلکہ عرب اور دیگر ممالک اسلامی کے کتنے اشخاص ایسے ہیں جو آپ کے دامن فیض سے وابستہ تھے۔حضرت نے حج وزیارت حرمین کے سلسلہ میں بلاد اسلامیہ کا جو سفر کیا اس موقع پر

حجاز وعراق کے اکثر حضرات نے اخذ فیض کیا اور طالبین حق کی ایک جماعت نے آپ سے رشد وہدایت کا درس لیا۔ان حضرات میں خصوصیت کے ساتھ نقیب العلما شیخ محمد بن سالم مدنی کی ذات ہے، یہ مسجد نبوی (علی صاحبہ الوف تحیۃ و سلام) کے باب مجیدی پر تعلیم القرآن کا جو مدرسہ تھا،اس کے معلم تھے اور مسلکاً مالکی ہونے کی بنا پر۔اختلاف مصلی کے زمانہ میں مالکی مصلی کے امام تھے۔حضرت کے ساتھ ان کو جیسی عقیدت وارادت تھی اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ ۱۳۶۵ھ میں جب نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی ان سے ملے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت کی خدمت میں میرا اسلام عرض کرنا اور میری طرف سے ان کے دونوں شانوں کو بوسہ دینا، چنانچہ مولانا نے یہاں آکر اس پر عمل کیا۔
بیت المقدس کے ’’شیخ زاویہ‘‘ شیخ ناظر الحسن انصاری بھی آپ کے حلقۂ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔(محی الملۃ والدین،ص:۴۲-۴۰)

جب ہندوستان میں مغل سلطنت کا خاتمہ ہوا اور برطانوی سامراج نے یہاں اپنا قبضہ جمانا شروع کیا تو اس وقت مغلوں نے انگریزوں سے اپنی کچھ شرائط منظور کرائیں جن میں مسلمانوں کے خاص خاص مسائل کے لیے ایک الگ شرعی عدالت قائم کی گئی، بے شمار علما وفقہا اس شرعی عدالت میں افتا وقضا کے منصب پر فائز رہے،سب کی تنخواہیں انگریز حکومت نے متعین کیں اور سب لوگ برطانوی حکومت کے ہی ملازم تھے،مگر ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کو انگریزوں کے اقتدار سے آزاد کرانے کی جزوی کوشش ایک خوں ریز جنگ کی صورت میں ظاہر ہوئی تو برطانوی حکومت نے اپنے غلبہ وقوت کی بنا پر ہندوستانیوں کا بے دریغ خون بہایا اور اس تحریک کو کچل کر رکھ دیا اور ایسا کچلا کہ ۱۹۴۷ء تک ہندوستانیوں میں انگریزی حکومت سے مقابلہ کی تاب نہ رہی، آزادی کی اس پہلی کوشش میں ہر ہندوستانی کا نقصان ہوا،مگر خاص طور پر مسلمانوں کو اس کی بہت بڑی قیمت چکانی پڑی،مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات تو اپنی جگہ،ان کا سب سے بڑا نقصان جس کی تلافی آزاد ہندوستان میں آج تک نہ ہوسکی وہ مسلمانوں کی شرعی عدالت کا خاتمہ ہے،شرعی عدالت کے خاتمہ سے مسلمانوں کو اپنے خاص مسائل میں بھی انگریزی حکومت کی طرف رخ کرنا پڑا،احکام اسلامی کی تعمیل وبجا آوری مسلمانوں کے لیے بہت دشوار ہو رہی تھی،مسلمانوں کا قومی شیرازہ بکھر گیا تھا،اجتماعیت ومرکزیت پامال ہو چکی تھی،لوگ پراگندہ اور منتشر ہو گئے تھے،جس سے قومی ومذہبی کاموں میں رخنے پڑ گئے تھے،قوم ذلت ورسوائی اور تباہی وبربادی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی اور اسی افراتفری میں ایک طویل عرصہ گذر گیا،یہاں تک کہ ۱۹؍شوال ۱۳۳۹ھ میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک پر اکابر علمائے بہار کی قیادت میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا اور تمام علما ومشائخ اور ارباب حل وعقد کے اتفاق واتحاد سے حضرت اقدس فیاض المسلمین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہ کو امیر شریعت منتخب کیا گیا، ہزاروں علما و عمائدین اور عوام وخواص نے آپ کے دست حق پرست پر سمع وطاعت کی بیعت کی اور سب نے بلا اختلاف آپ کو اپنا امیر تسلیم کیا،

محکمۂ شرعیہ کے قیام کا اعلان ہوا، اور محکمہ شرعیہ کے تمام شعبے دارالقضا، دارالافتا، بیت المال، دفتر نظامت وغیرہ خانقاہ مجیبیہ میں ہی قائم کئے گئے۔

حضرت اقدس فیاض المسلمین قدس سرہ کے وصال پر ملال کے بعد جب امیر شریعت ثانی کے انتخاب کا موقع آیا تو مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کی ہی مرضی سے انتخاب امیر کا جلسہ منعقد کیا گیا اور بہ اتفاق رائے حضرت امیر شریعت اول کے صاحبزادۂ گرامی حضرت محی الملۃ والدین مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہ کو امیر شریعت ثانی منتخب کیا گیا، کیوں کہ جس طرح آپ کے والد بزرگوار اپنے تمام ہم عصروں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، اسی طرح آپ بھی اپنے عہد میں تمام علما و مشائخ کے درمیان نمایاں شخصیت کے متحمل تھے، خود مولانا محمد سجاد صاحب بھی آپ ہی کو اس کا اہل سمجھتے تھے کیونکہ ان کو مولانا نے قریب سے دیکھا تھا، ان کے شب و روز دیکھے تھے، سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہے تھے، امارت کے ساتھ ان کا اخلاص اور ان کی للہیت کا مشاہدہ کیا تھا مولانا کی نظر میں وہ ان شرائط کے حامل تھے جو امیر کے لئے مطلوب تھیں، حضرت امیر شریعت ثانی کے متعلق، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور شاہ بدرالدین قادری کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا تھا، جب کسی ضرورت سے امیر شریعت ثانی خانقاہ مونگیر میں ایک شب قیام پذیر ہوئے تھے کہ ''ایک رات میں ان کے حالات معلوم ہو گئے، ان کو مجھے دے دیجئے رد قادیانیت کے لئے مجھے ان کی بڑی ضرورت ہے'' (یہ مکتوب کتب خانہ مجیبیہ میں محفوظ ہے)۔ مولانا سجاد صاحب بھی امیر شریعت منتخب ہو سکتے تھے، ان کی لیاقت و اہلیت میں کوئی کلام نہیں لیکن مولانا کسی مشہور و معروف خانقاہ کے شیخ طریقت نہیں تھے، علماء میں تو ان کی شخصیت مستند اور مسلم تھی لیکن غیر علماء میں جو عوام و خواص تھے وہ ان کے عقیدت مند نہیں تھے، عوام و خواص کا ایک بڑا حلقہ خانقاہ مجیبیہ کا عقیدت مند تھا اور شرایط امیر میں وسیع حلقۂ اثر کا مالک ہونا بھی شامل ہے تاکہ امیر شریعت کے احکام و فرامین پر زیادہ لوگ عمل کر سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ ممتاز ترین علما و مشائخ کے درمیان آپ کی ذات اقدس مرکز نگاہ و مسجود نظر رہی اور تمام لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت کر کے آپ کے منقاد و متبع ہوئے۔

حضرت امیر شریعت ثانی قدس سرہ کے انتخاب امیر کے اجلاس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی صاحب کی کتاب ''رسالہ تاریخ امارت'' کے حوالہ سے حضرت مولانا سید شاہ عون احمد قادری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :

''۱۹ر صفر ۱۳۴۳ھ یوم جمعہ کو بہ وقت ۳ر بجے دن حضرت مولانا قاضی سید نورالحسن صاحب کے مکان پر جمعیۃ علمائے بہار کی مجلس منتظمہ مشترکہ کا اجلاس بغرض مشورہ طریق انتخاب امیر شریعت منعقد ہوا جس میں صوبہ کے علما کی ایک کثیر جماعت نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں علاوہ دوسری تجویزوں کے حسب ذیل تجویزیں منظور کی گئیں :

(۱) یہ جلسہ جمعیۃ علمائے بہار کا عالی جناب امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین صاحب علیہ الرحمہ کی وفات

حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم اور صدمہ کا اظہار کرتا ہے اور حضرت صاحب ممدوح کے لیے دعائے ترقی مدارج کرتے ہوئے ان کے تمام وابستگان کے ساتھ شریک غم ہو کر اللہ پاک سے دعا کرتا ہے کہ جملہ متعلقین ومتوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے نیز ایسے جامع الصفات ذات کے وصال سے تمام مسلمانوں کو بالخصوص مسلمانان بہار کو جو نقصان پہنچا ہے اللہ پاک سے امید کرتا ہے کہ اس کی پوری مکافات فرمائے۔

(۲) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ۸/ ۹/ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو ایک عام جلسہ پھلواری شریف میں بغرض انتخاب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ منعقد کیا جائے، جس میں علاوہ اراکین جمعیت علمائے بہار کے دیگر اہل الرائے کو بھی مدعو کیا جائے۔ اور اس جلسہ کی صدارت کے لیے مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیری کو منتخب کرتا ہے۔

(۳) یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ مقامی حضرات پھلواری شریف کے مجلس استقبالیہ کی فوراً ترتیب دے کر نظم جلسہ شروع کردیں۔

اس کے بعد مجلس استقبالیہ مرتب ہوئی جس کے صدر مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب قرار پائے۔ مجلس استقبالیہ نے فوراً تمام علمائے کرام اور اعیان بہار کے نام دعوتی خطوط روانہ کئے۔ اخبارات میں اطلاعیں دیں۔ مطبوعہ اعلانات تقسیم کئے اور اس موقع پر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت کے اس مکتوب کو جو انتخاب اول کے پہلے آپ نے شائع فرمایا تھا پھر شائع کیا گیا۔ اور بحمد اللہ حسب تجویز منتظمہ جمعیۃ علمائے بہار ۸/ ۹/ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ کو پھلواری شریف میں عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کی کاروائی روئداد جمعیۃ علمائے بہار کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :

اجلاس جمعیۃ علمائے بہار کے منتخب شدہ صدر حضرت سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ بہ سبب علالت تشریف نہ لا سکے۔ لیکن آپ کے صاحبزادے جناب مولانا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب مع دیگر علمائے خانقاہ رحمانی مونگیر سے تشریف لائے۔ ۱۰/ بجے تلاوت کلام مجید سے اجلاس شروع ہوا۔ اس کے بعد جناب مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب ناظم جمعیت علمائے بہار نے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ مونگیر کا خط پڑھ کر سنایا جس میں عدم تشریف آوری کی معذوری کا اظہار تھا اور یہ بھی تھا کہ جس شخص کو سب لوگ متفق ہو کر یا اکثریت کے ساتھ امیر شریعت منتخب کریں گے میں بھی اس سے متفق ہوں گا۔ پھر بہ اتفاق رائے تمام حاضرین مولانا سید شاہ محمد لطف اللہ صاحب قائم مقام صدر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد جناب مولانا شاہ محمد قمر الدین صاحب صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا خطبہ پڑھا جو بہت ہی مفید معلومات پر مشتمل تھا اور جس میں فقہی جزئیات سے مسئلہ امارت کو بہت مدلل طور پر ثابت کیا تھا۔ بعد ازیں جناب مولانا سید شاہ لطف اللہ صاحب صدر اجلاس نے حضرت مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مدظلہ کا خطبہ صدارت پڑھا جو نہایت ہی زبردست تھا اور اس میں علما کے فرائض اور مسئلہ امارت کے اکثر پہلوؤں پر شرعی نقطۂ نظر سے پرزور دلائل کے ساتھ بحث کی گئی تھی۔

بعد اختتام خطبۂ صدارت تقریباً ڈیڑھ سو علما اور اعیان کے اسما پیش کئے گئے کہ وہ امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ کو منتخب کریں اور ان کا انتخاب شرعاً معتبر ہوگا چنانچہ ان حضرات انتخاب کنندگان کی مجلس ۳/ بجے دن سے منعقد ہوئی اور عشا تک ہوتی رہی۔ اس میں ہر طبقہ کے اہل الرائے حضرات بھی شریک تھے۔

سب سے پہلے مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے مولانا حبیب الرحمن صاحب ناظم دار العلوم دیوبند اور مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند کے تار پڑھ کر سنائے جو ۱۹ ؍صفر ۱۳۴۳ھ کو آئے تھے کہ جلد از جلد امیر شریعت کا انتخاب کر کے کاموں کی رفتار کو جاری رکھئے اور اسی وقت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب جانشین حضرت شیخ الہند کا تار دیوبند سے آیا کہ میں ریلوے لائن کے خراب ہو جانے کی وجہ سے جلسہ میں شریک نہ ہوسکا اس کا افسوس ہے، جلسہ کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔

اس کے بعد تجویز پیش کی گئی کہ اس وقت صوبہ بہار میں حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب مدظلہ سب سے زیادہ اہلیت وصلاحیت رکھتے ہیں کہ آپ کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اس کی چند حضرات تائید کر چکے تھے کہ مولوی محمد شفیع صاحب داؤدی نے یہ ترمیم پیش کی کہ دو مہینہ تک مسئلہ انتخاب امیر شریعت کو ملتوی کر دیا جائے اس کے بعد دوسرا جلسہ کر کے انتخاب امیر شریعت کا مسئلہ پیش کیا جائے۔

اس پر دیر تک بحث وتمحیص کا سلسلہ جاری رہا اور رائے لئے جانے پر صرف تین رائے ترمیم کے موافق آئی اور پھر اصل تجویز بہ اتفاق آرا پاس ہوگئی اور تمام حضرات نے حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین صاحب کو امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ منتخب کیا اور اطاعت فی المعروف کا عہد واثق کیا۔

اس درمیان میں جناب مسٹر سید محمد شریف صاحب ایم اے بار ایٹ لا پٹنہ کا تار اجمیر سے آیا کہ ہم بعض مجبوریوں سے شریک نہ ہوسکے اس لیے ہم اور نیز ہمارے دوسرے چار تعلیم یافتہ حضرات جناب مولانا شاہ محی الدین صاحب کے لیے اپنی رائے پیش کرتے ہیں کہ جناب موصوف کو امیر شریعت منتخب کیا جائے۔ اس تار کو پڑھ کر جلسہ میں سنا دیا گیا۔

پھر ۹ ؍ربیع الاول ۱۱ ؍بجے دن سے اندرون خانقاہ مجیبیہ ایک عام اجلاس منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحب نے یہ اعلان کیا کہ کل کی مجلس جس کو انتخاب امیر شریعت کا حق دیا تھا اس نے مولانا شاہ محمد محی الدین صاحب کو بہ اتفاق امیر شریعت منتخب کیا اور اطاعت فی المعروف کا عہدِ واثق کیا۔ جس سے تمام حاضرین خوش ہوئے اور سب کے چہرے سے مسرت کے آثار نمایاں ہوئے۔

بعدہٗ مولانا موصوف نے بیعت کے معنی اور طریق بیعت بیان کر کے یہ فرمایا کہ اب آپ تمام حضرات بھی امیر شریعت کی اطاعت فی المعروف کی بیعت کریں، چنانچہ تمام حضرات نے اطاعت فی المعروف کی بیعت کی۔

اس وقت کے اجلاس میں تقریباً چار ہزار اشخاص ہر طبقے کے شریک تھے۔ اس وقت مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے مدرسین بھی جو رات کے جلسہ میں شریک نہ ہوسکے تھے تشریف فرما تھے۔ جن میں مولانا اصغر حسین صاحب مدرس اعلیٰ، مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا دیانت حسین صاحب، مولانا ظفر الدین صاحب بھی تھے۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات میں مسٹر سید شاہ اطہر حسین صاحب عرف اچھے صاحب بیرسٹر اور دوسرے تعلیم یافتہ حضرات کثیر تعداد میں شریک تھے۔

اس کے بعد حضرت امیر شریعت مدظلہ نے پر درد لہجہ میں یہ اعلان فرمایا :

حضرات برادران! آج آپ حضرات نے جو بار اور بوجھ میرے سر ڈالا ہے میں ہر گز اس کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا لیکن آپ لوگ جب متفقہ طور پر مجھ ہی پر یہ بار ڈال رہے ہیں تو میں بھی اس لیے کہ میرے انکار کرنے سے تفرقہ کا خوف ہے مجبور ہو کر قبول کرتا ہوں۔

برادران! لیکن آپ کو سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح آپ نے میرے سر اتنا بڑا بوجھ ڈالا ہے۔ آپ نے بھی اپنے سر اتنا ہی بوجھ لیا ہے یعنی جب آپ نے مجھ کو اپنا سردار تسلیم کیا ہے تو میری تمام خدمات کا مدار آپ کی سمع وطاعت پر ہے۔ پس میرا جو حکم قرآن وحدیث، خدا اور رسول کے حکم کے مطابق آپ تک پہنچے آپ کو اس پر عمل کرنا چاہیے، میں تو آپ کا ایک خادم ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”سید القوم خادمھم“ یقین کیجئے کہ تمام اگلے بزرگان صحابہ و خلفائے راشدین صحیح معنوں میں سید القوم تھے۔ اس لیے خلفائے راشدین راتوں کو پہرے دیا کرتے تھے مسلمانوں کی تمام خدمتیں ایک خادم کی طرح انجام دیا کرتے تھے۔ ہمارے دین کی سیادت دوسرے مذہب کی سیادت کی طرح نہیں ہے اسی طرح حسب ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آپ کا خادم ہوں۔

برادران! اگر آپ حضرات سمع وطاعت سے میری مدد کریں تو آپ یقین کیجئے کہ آپ کے لیے دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہوگی۔ اب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اگر آپ حضرات اس اعلان کے بعد اوامر ونواہی جو آپ کے پاس پہنچائے جائیں گے اس پر عمل پیرا ہوں گے تو یقیناً یہ چیز جو آج قائم کی گئی ہے بہت ترقی کرے گی اور آپ کی بہت بھلائی ہوگی۔ پس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اوامر ونواہی جو میں آپ کی خدمت میں پیش کروں اس پر عمل کریں خدا آپ کو اس کی توفیق دے اور میری بھی مدد فرمائے۔ آمین“

اسی روز عالی جناب مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علمائے ہند اور مولانا حافظ عبدالحلیم صاحب صدیقی بغرض شرکت اجلاس جمعیت علمائے بہار تشریف لائے بعد کاروائی امارت، مسئلہ امارت پر اور اس کی ضرورت و اہمیت پر دونوں حضرات نے نہایت پر جوش اور موثر تقریر کی۔ اور اقامت امارت پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اہل بہار کی اس خصوصیت پر خصوصیت کے ساتھ مبارک بادی دی“۔۔۔ (محی الملۃ والدین، ص: ۵۰-۴۵)

حضرت کے عہدۂ امیر پر فائز ہونے کے بعد ہر جگہ سے اخبارات میں اعلانات شائع ہوئے، چاروں جہت سے مبارک بادی کے پیغامات آنے لگے، لوگوں نے نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ عقیدت و مسرت کا اظہار کیا، بعض علاقوں میں عقیدت مندوں نے اجلاس منعقد کر کے اظہار عقیدت اور سمع وطاعت امیر کی تجویز منظور کی، صوبہ بہار کے علاوہ دیگر صوبوں میں بھی اس سلسلے میں جلسے ہوئے اور لوگوں نے بھرپور اظہار مسرت کیا۔ علما ومشائخ نے خطوط و مکاتیب کے ذریعہ تبریک و تہنیت پیش کی۔

بعض حضرات نے آپ کے مسند خلافت و جانشینی اور عہدۂ امارت پر متمکن ہونے کے بعد تاریخی قطعات اور نظمیں لکھ

لکھ کر بھی خلوص ومحبت ظاہر فرمایا تھا، ان میں سے چند تاریخی فقرات ومنظومات حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی کے توسط سے آپ قارئین کے مشاہدہ کے لیے پیش ہیں۔

حضرت قبلہ مولانا سید شاہ محمد سلیمان چشتی قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت محی الملۃ والدین کی رسم جانشینی میں پیش پیش تھے، ان کا قطعہ تاریخ پیش نظر ہے :

ای محی طریق جدّ و ابا ۞ تو رونق جادۂ مجیبی
تاریخ اقامت تو گفتم ۞ اے وارث نعمت مجیبی
۱۳۳۴ھ

جناب سید شاہ محمد قائم ابوالعلائی داناپوری المتخلص بہ قتیلؔ جو اپنے وقت کے مشہور شاعر تھے، ان کے قطعات ملاحظہ ہوں :

چوں گشت شہ محی دیں ذی جاہ ۞ سجادہ نشین بدر عارف باللہ
از فرط خلوص گفت تاریخ قتیل ۞ سجادہ نشین خلیفہ حق آگاہ
۱۳۳۴ھ

دیگر منہ

چوں گشت محی دیں مجیبی ۞ سجادہ نشین بدر ملت
تاریخ قتیل یافت از غیب ۞ زیبندۂ مسند خلافت
۱۳۳۴ھ

مولانا ابوالحسن خوش دل جو سہسرام کے ایک مدرسہ میں استاذ تھے، انہوں نے درج ذیل تاریخی فقرات کے علاوہ ایک نظم بھی کہی ہے :

ایداللہ امیر الشریعۃ
۱۳۴۳ھ

امیر الشریعۃ بجاہ وجلال
۱۳۴۳ھ

امیر الشریعۃ حبیب جہاں
۱۳۴۳ھ

امیر شریعت بود اہل دیں
۱۳۴۳ھ

قطب ممالک امارت شاہ محی الدین
۱۳۴۳ھ

بِسۡمِكَ اللّٰهُمَّ یَا رَحۡمٰن یَارَبَّ الۡاَنَامِ ۞ اَنۡتَ حَسۡبِیۡ اَنۡتَ رَبِّیۡ اَنۡتَ لِیۡ مَوۡلَی الۡكِرَامِ
کبریائی مرترا زیبد کہ ہستی بے نیاز ۞ قاضی الحاجات ہستی چارہ سازِ خاص وعام

شا کرانہ حمد نعمایت کنم من کیستم ۞ گفت لَا اُحصِیْ ثَنَاء سید خیر الانام
صَلِّ یَارَبِّیْ وَسَلِّمْ بر محمد مصطفیٰ ۞ ہم سلام از مارساں بر آل وی ثم المرام
بارک اللہ خانقاہ پاک تاج العارفیں ۞ بزم گاہِ دل فروز آمد بخوشتر انتظام
کز اولے الالباب واخوان الصفا وارباب علم ۞ باہزاراں اہل شوریٰ گشت جمعیت تمام
ناگزیر آمد امارت پس امیر از انتخاب ۞ لاجرم شد انبساط افزائے جانہا ایں نظام
تا امیر الملۃ البیضا زغیب آمد پدید ۞ شاہ محی الدین سجادہ نشیں صدر الکلام
جامع فضل وادب عالی نسب والاحسب ۞ مقتدائے دین وملت نیک سیرت نیک نام
ذات پاکش مایہ نازش بود اسلام را ۞ سایہ وے ابر رحمت باد تا یوم القیام
زد رقم خوشدلؔ برسم تہنیت سال مسیح ۞ شاہ محی الدین امیر شرع وملت والسلام

۱۹۲۴ء

اسی موقع پر شہر عظیم آباد کے ایک معروف شاعر جناب حافظ سید فضل احمد آزادؔ کی نظم بھی عقیدت پیش خدمت ہے :

دکھادے بادشاہوں میں کوئی اے دل فقیر ایسا ۞ امارت کے لیے درکار تھا بے شک امیر ایسا
نہ دیکھا ہے نہ دیکھیں گے نہ پایا ہے نہ پائیں گے ۞ امیر بے عدیل ایسا فقیر بے نظیر ایسا
وہ جس کا نام ہے روشن دلیل احیائے ملت کی ۞ سمی پیر پیراں، ہادی روشن ضمیر ایسا
فقیروں کو ہو جس پر فخر نازش ہو امیروں کو ۞ کہاں صاحب سریر ایسا کہاں پیر فقیر ایسا
جناب شاہ محی الدین امیر جامع الملت ۞ شریعت کو مبارک جانشین دل پذیر ایسا
ورع کی جان ہے سجادۂ تقوی کی رونق ہے ۞ سلف کی آبرو شب زندہ دار گوشہ گیر ایسا
سخاوت خاک ہے ناچیز اس کے آستانے کی ۞ امارت ہیچ ہے، دل کا غنی، گھر کا امیر ایسا
ضرورت آپڑی تھی رہنما کی رہنماؤں کو ۞ بحمد اللہ پایا ڈھونڈنے والوں نے پیر ایسا
زمیں گلشن ہے جس سے فیض باطن کا وہ سرچشمہ ۞ جہاں روشن ہے جس سے کعبۂ رائے منیر ایسا
ہدایت وہ کہ ہے سیراب ایماں مزرع عالم ۞ افاضہ وہ کہ برسا ہے نہیں ابر مطیر ایسا
ہو جاتے ہیں دل مسترشدوں کے شمع ساں روشن ۞ ریاضت کا فروزاں ہے چراغِ مستنیر ایسا
نظیر اس ذات اقدس کی کہیں ہو اس زمانہ میں ۞ جوان و پیر میں لیکن جواں ایسا نہ پیر ایسا
حرم کے جانے والو! صدق نیت سے دعا کرنا ۞ قیامت تک رہے دنیا میں پیر دستگیر ایسا

صریر خامۂ آزاد یا مرغ سلیماں ہے
نہ ہوگا خلد میں بھی بلبل قدسی صفیر ایسا

حضرت مولانا سید شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ نے امیر شریعت منتخب ہونے کے بعد امارت شرعیہ کا ایک نصب العین متعین کیا۔حضرت مولانا شاہ عون احمد قادری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں :

’’حضرت نے نائب امیر شریعت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور دیگر ارباب حل وعقد کی ایک مجلس شوری مرتب فرمائی اور باہمی تعاون اور مشاورت سے امارت کے نصب العین کے مطابق کام شروع کیا ۔وہ نصب العین دفعات کی شکل میں یہ ہیں :

(۱) نظام امارت کو نظام شرعی یعنی منہاج نبوت پر قائم کرنا۔

(۲) اس نظام کے ذریعہ بقدر امکان،قوانین الہیہ اور احکام شرعی کا نفاذ واجرا۔

(۳) نیز اپنی کمزوری کا علاج کر کے ایسی استطاعت اور فضا حاصل کرنے کی سعی کرنی جس سے استخلاف اور تمکین فی الارض کے بعد اقامت دین کا فرض ادا ہو سکے۔

(۴) مسلمانوں کو مرکز اسلامی پر لانا یعنی اس کی سعی کہ مسلمان آج کے بن کر نہ رہیں بلکہ عہد نبوت کے بن کر رہیں ۔اور فکرو عمل کا مرکزی نقطہ یہ ہو کہ ہم خدا کے ہیں، ساری دنیا خدا کی ہے،لہذا ساری دنیا کے لئے صلح وہی ہے جو خدا کا قانون اور اس کی وحی ہے۔

(۵) ان کے اندر اصلاح دینی کی اشاعت اور ان کے سیاسی اور مذہبی امور کی نگرانی‘‘۔(محی الملۃ والدین،ص:۵۰)

منصب امارت سنبھالنے کے بعد حضرت محی الملۃ والدین قدس سرہ کی خدمات کا دوسرا دور شروع ہوا،اصلاح امت اور تبلیغ دین وسنت میں ہمہ وقت مصروف ہو گئے، جو شرعی امور آپ اپنی جگہ سے پورے کر سکتے تھے اس کو خود ہی پورا کرتے اور باہر کے اہم کاموں کے لیے نائب امیر شریعت کی خدمات طلب کی جاتی تھیں ۔آپ کے عہد مبارک میں امارت شرعیہ کے تمام شعبوں میں ترقی ہوئی اور کاموں کی رفتار بڑھ گئی تھی ،تمام شعبہ جات میں خصوصی توجہ دی گئی، بالخصوص شعبہ تحفظ مسلمین میں، کیوں کہ اس دور میں صوبہ بہار کے کچھ علاقوں میں ارتداد کا فتنہ پھیلا ہوا تھا،مسلمانوں کو دولت ومال کا لالچ دے کر ان کے ایمان کا سودا کیا جا رہا تھا، آپ نے اس موقع پر ہزاروں ہزار مسلمان کو مرتد ہونے سے بچایا جن پر بہت حد تک اغیار کا قبضہ ہو چکا تھا، آپ نے ان کی امداد واعانت کے اسباب پیدا فرمائے، اور ان لوگوں کے دین وایمان کو تحفظ فراہم کیا،لوگوں نے سچے دل سے تائب ہو کر اسلام ودین سے اپنا رشتہ پھر سے مضبوط ومستحکم کیا،اس کے علاوہ آپ نے صوبہ وبیرون صوبہ کے لاکھوں غریب ونادار، یتیم ومسکین، مجبور وبے بس لوگوں کے تعاون ومعاونت کے ذرائع فراہم کرائے اور ہر طرح سے خلق خدا کی خدمت واعانت کا حق ادا فرمایا۔الغرض آپ کی زندگی کا ہر لمحہ دین وسنت کی تبلیغ واشاعت، خلق خدا کی خدمت اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقف تھا، آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام ومسلمین کی خدمت میں صرف کر دی۔

حسن اتفاق کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت نبوت کی طرح آپ کی مدت سجادگی وامارت بھی ۲۳ر برس ہوئی، یہ آپ کے خلوص وللہیت اور حب خدا ورسول کا بہترین صلہ بھی ہے اور عنداللہ وعندالرسول آپ کی خدمات کی مقبولیت کی طرف اشارہ بھی، کیوں کہ جس منصب پر آپ فائز تھے، وہاں اکثر لوگوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اور وہ ریاونمود، عجب وخود پسندی اور کبر ونخوت کے شکار ہو جاتے ہیں، مگر آپ کی ذات میں ان مہلک ومضر امراض کا شائبہ بھی نہیں پایا گیا، ہمیشہ سادگی وبے نفسی کی زندگی گزاری اور ساری زندگی علائق دنیاوی سے خود کو دور رکھا۔

حضرت محی الملۃ والدین کی ذات بابرکت اگرچہ قبل سجادگی وامارت بھی تمام اوصاف جمیلہ ومحاسن حمیدہ کی جامع رہی ہے، لیکن سجادہ وامارت کی خدمت اختیار کر لینے کے بعد آپ کی ۲۳ر سالہ زندگی شریعت وطریقت کا مجمع البحرین کی حامل رہی ہے جہاں ایک طرف طالبین وسالکین، ذاکرین وشاغلین کو دین حق کی تعلیم، تبتل الی اللہ کی تلقین، تزکیۂ نفوس وتصفیۂ قلوب کے بعد ان کے سینوں کو معرفت الٰہی کے نور سے معمور کرتے رہے تو دوسری طرف احیائے اسلام اور خدمت دین کی انجام دہی میں مکمل مصروف ومنہمک رہے اور مذہب وملت کی ہر ممکن خدمت کرتے رہے، نیز قوم وملک کی ہر وقتی ضرورت کو سیاسی بصیرت واصابت رائے کے ساتھ پوری کرتے رہے۔ آپ کی جامعیت اس دور کی بے مثال جامعیت تھی کہ بیک وقت آپ کا وجود مسعود امیر شریعت بھی رہا اور امیر طریقت بھی، اس لیے آپ کی شخصیت اصحاب علم وفضل کے نزدیک شریعت وطریقت کے مجمع البحرین کی حیثیت سے آج بھی جانی پہچانی جاتی ہے۔ آپ کی شخصیت پر یہ شعر بجا طور پر صادق آتا ہے :

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

## توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں —— (ادارہ)

# مالی جرمانہ کا شرعی حکم ـــــ تحقیق وتنقیح

● مولانا اختر امام عادل قاسمی ـــــ بانی ومہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف (بہار)

اسلام میں انسداد جرائم کے لئے حدود وتعزیرات کا نظام ہے، مخصوص جرائم پر جو مقررہ سزائیں ہیں، ان کو حدود کہا جاتا ہے، مثلاً زنا کی سزا رجم یا حد مقرر ہے، قتل کی سزا قصاص یا دیت وغیرہ مقرر ہے۔

## تعزیرات ـــــ مفہوم اور حدود :

اور جن جرائم کی سزائیں شریعت نے مقرر نہیں کی ہیں بلکہ ان کو حکام کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، اور حکام جرم کی نوعیت، مقام اور مجرم کے حالات کے لحاظ سے سزائیں تجویز کرتے ہیں، ان کو تعزیرات کہتے ہیں، دیکھئے فقہاء کی عبارات :

ألتعزیر ھو عقوبۃ غیر مقدرۃ شرعاً تجب فی کل معصیۃ لیس فیھا حد ولا کفارۃ۔(۱)

يَخْتَلِفُ ذلك بِاخْتِلَافِ الْأَشْخَاصِ فَلَا مَعْنَى لِتَقْدِيرِهِ مع حُصُولِ الْمَقْصُودِ بِدُونِهِ فَيَكُونُ مُفَوَّضًا إلَى رَأْيِ الْقَاضِي يُقِيمُهُ بِقَدْرِ ما يَرَى الْمَصْلَحَةَ فيه على ما بَيَّنَّا تَفَاصِيلَهُ وَعَلَيْهِ مَشَايِخُنَا رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى ـ(۲)

قال ابن شاس الجنایات الموجبات للحد سبعۃ وما عدا ھذہ الجنایات ومقدماتھا فیوجب التعزیر وھو موکول إلی اجتھاد الإمام ـ (۳)

والتعزیر لا یختص بالسوط والید والحبس، وإنما ذلك موکول إلی إجتھاد الحاکم ـ (۴)

## تعزیرات کی قسمیں :

تعزیرات کی دو قسمیں ہیں :

(۱) تعزیرات جسمانی: جن میں جسم کے کسی حصہ کو تکلیف پہنچائی جائے، ان کے جواز میں علماء اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

## مالی تعزیرات کا حکم :

(۲) دوسری قسم ہے تعزیرات مالی، یعنی مجرم کو مالی اعتبار سے زیر بار کیا جائے، اس کی بھی تین صورتیں ہیں :

(ا) جس مال یا مقام سے جرم کا تعلق ہو اس کو ضبط یا ضائع کر دیا جائے، مثلاً خراب دودھ یا تیل کو ضبط یا تلف کر دینا، شراب خانہ یا قمار خانہ کو تباہ کر دیا جانا، بت، موسیقی اور آلات لہو، شراب کے برتن اور مشکیزے توڑ دینا، زندیقوں اور ملحدوں کی کتابیں، مخرب الاخلاق فلمیں، تصاویر اور مجسمے ضائع کر دینا وغیرہ۔

اس صورت کے جواز میں بھی فقہاء مختلف الرائے نہیں ہیں، حنفیہ کے یہاں مفتیٰ بہ قول کے مطابق آلات فساد کو توڑ دینا موجب ضمان نہیں ہے :

وَعَلَى هذا الِاخْتِلَافِ بَيْعُ النَّرْدِ وَالشِّطْرَنْجِ وَعَلَى هذا الِاخْتِلَافِ الضَّمَانُ على من أَتْلَفَهَا فَعِنْدَهُ يَضْمَنُ وَعِنْدَهُمَا لَا كَذَا فى الْبَدَائِعِ وَلَكِنَّ الْفَتْوَى فى الضَّمَانِ على قولهما (قولهما) كما سَيَأْتِي فى الْغَصْبِ وَمَحَلُّهُ ما إذَا كَسَرَهَا غَيْرُ الْقَاضِي وَالْمُحْتَسِبِ أَمَّا هُمَا فَلَا ضَمَانَ اتِّفَاقًا ــ (۵)

شوافع کا بھی یہی خیال ہے :

وَالْأَصْنَامُ ) وَالصُّلْبَانُ ( وَآلَاتُ الْمَلَاهِي ) كَالطُّنْبُورِ ( لَا يَجِبُ فِي إبْطَالِهَا شَيْءٌ ) ؛ لِأَنَّ مَنْفَعَتَهَا مُحَرَّمَةٌ لَا تُقَابَلُ بِشَيْءٍ ، وَقَضِيَّةُ التَّعْلِيلِ كَمَا قَالَ الْإِسْنَوِيُّ : إنَّ مَا جَازَ مِنْ آلَاتِ اللَّهْوِ كَالدُّفِّ يَجِبُ الْأَرْشُ عَلَى كَاسِرِهِ وَفِي أَوَانِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِلَافٌ مَبْنِيٌّ عَلَى حِلِّ الِاتِّخَاذِ ( وَالْأَصَحُّ أَنَّهَا لَا تُكْسَرُ الْكَسْرَ الْفَاحِشَ ) ، لِإِمْكَانِ إزَالَةِ الْهَيْئَةِ الْمُحَرَّمَةِ مَعَ بَقَاءِ بَعْضِ الْمَالِيَّةِ .نَعَمْ لِلْإِمَامِ ذَلِكَ زَجْرًا وَتَأْدِيبًا عَلَى مَا قَالَهُ الْغَزَالِيُّ فِي إنَاءِ الْخَمْرِ بَلْ أَوْلَى ــ (۶)

حنابلہ بھی اسی پر فتویٰ دے رہے ہیں :

فهذه الآلات إذا ثبت تحريمها، فإنها لاحرمة لها. فإذا أتلفت فإنه لا ضمان على متلفها إذا أتلف ما يكون به الغناء ــ (۷)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ متعلقہ چیز کو ضائع کرنے کے بجائے شکل بدل دی جائے، مثلاً جعلی کرسی توڑنا، اور تصاویر والے پردوں کو پھاڑ کر تکیے وغیرہ بنالینا، اس کی بھی حسب موقع اجازت ہے۔ (۸)

(۲) تیسری صورت یہ ہے کہ جرم پر الگ سے کوئی مالی جرمانہ عائد کیا جائے، تاکہ مالی دباؤ سے مجبور ہو کر مجرم اپنے جرم سے باز رہے، اور شاید توفیق توبہ بھی نصیب ہو، اس کی بھی دو شکلیں ہیں :

(۱) جرمانہ میں حاصل شدہ مال قابل واپسی نہ ہو، یعنی مجرم کو وہ مال کبھی واپس نہ کیا جائے، عام طور پر عرف میں اسی کو مالی جرمانہ یا "تعزیر بالمال" کہا جاتا ہے۔

یہ صورت ائمۂ مجتہدین کے درمیان مختلف فیہ رہی ہے، البتہ کتب فقہیہ کے مطابق زیادہ تر فقہاء کی رائے عدم جواز کی ہے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرت امام محمدؒ کی رائے یہی ہے، اور مذہب حنفی میں اسی کو قول مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے۔(۹)

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ جرمانہ میں حاصل شدہ مال کچھ مدت کے بعد جب مجرم اپنے جرم سے باز آجائے اور توبہ کرلے تو اس کو واپس کر دیا جائے، یہ درحقیقت "تعزیر بحبس المال" کی صورت ہے، اور اسی کو کچھ لوگ "تعزیر باخذ المال" بھی کہتے ہیں۔

دراصل یہ شکل بعض فقہاء کی جانب سے حضرت امام ابویوسفؒ کے قول کی تشریح وتاویل کے نتیجہ میں پیدا ہوئی، چونکہ حنفیہ کا معروف مسلک تعزیز مالی کے عدم جواز کا ہے، جب کہ امام ابویوسفؒ کا قول جواز کا نقل کیا گیا ہے، تو اس کی تاویل علامہ کردریؒ وغیرہ نے یہ نقل کی کہ امام ابویوسفؒ کے قول کا منشاء یہ ہے کہ مجرم کا مال کچھ دنوں کے لئے محبوس کر دیا جائے، اور جب حاکم کو اطمینان ہو جائے کہ مجرم نے اپنے جرم سے توبہ کرلی ہے، تو مال اس کو واپس کر دیا جائے۔

وَأَفَادَ فی الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ مَعْنَى التَّعْزِيرِ بِأَخْذِ الْمَالِ على الْقَوْلِ بِهِ إِمْسَاكُ شَيْءٍ من مَالِهِ عنده مُدَّةً لِيَنْزَجِرَ ثُمَّ يُعِيدُهُ الْحَاكِمُ إِلَيْهِ لَا أَنْ يَأْخُذَهُ الْحَاكِمُ لِنَفْسِهِ أو لِبَيْتِ الْمَالِ كما يَتَوَهَّمُهُ الظَّلَمَةُ إِذْ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ من الْمُسْلِمِينَ أَخْذُ مَالِ أَحَدٍ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ وفی الْمُجْتَبَى لم يذكر كَيْفِيَّةَ الْأَخْذِ وَأَرَى أَنْ يَأْخُذَهَا فَيُمْسِكَهَا فَإِنْ أَيِسَ من تَوْبَتِهِ يَصْرِفُهَا إِلَى ما يَرَى وفی شَرْحِ الْآثَارِ التَّعْزِيرُ بِالْمَالِ كان فی ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ نُسِخَ اه وَالْحَاصِلُ أَنَّ الْمَذْهَبَ عَدَمُ التَّعْزِيرِ بِأَخْذِ الْمَالِ -(۱۰)

مطلب فی التعزير بأخذ المال قوله (لا بأخذ مال فی المذهب) قال فی الفتح وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة لا يجوز اه ومثله فی المعراج وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف قال فی الشرنبلالية ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه اه ومثله فی شرح الوهبانية عن ابن وهبان قوله (وفيه الخ) أي فی البحر حيث قال وأفاد فی البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه لا أن يأخذه الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة إذ لا يجوز لأحد من المسلمين

أخذ مال أحد بغير سبب شرعی وفی المجتبی لم یذکر کیفیة الأخذ ورأی أن یأخذها فیمسکها فإن أیس من توبته یصرفها إلی ما یری وفی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ اه والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال ۔ (۱۱)

وبقی التعزیر بالشتم وأخذ المال فأما التعزیر بالشتم فهو مشروع بعد أن لا یکون قذفا کما فی البحر عن المجتبی وأما بالمال فصفته أن یحبسه عن صاحبه مدة لینزجر ثم یعیده إلیه کما فی البحر عن البزازیة اه. ولا یفتی بهذا لما فیه من تسلیط الظلمة علی أخذ مال الناس فیأکلونه ۔ (۱۲)

اس تشریح کے مطابق حضرت امام ابویوسفؒ کے قول جواز اور حنفیہ کے معروف مسلک (عدم جواز) کا ٹکراؤ ختم ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ انتظامی نقطہ نظر سے وقتی حبس مال میں دوسرے فقہاء کو بھی اعتراض نہیں ہوگا۔

لیکن اسی تشریح کا اگلا حصہ یہ ہے کہ اگر جرم سے مجرم کے باز آنے کی امید نہ ہو تو پھر یہ مال محبوس قابل واپسی نہیں ہوگا، بلکہ حسب مصلحت عام انسانی یا ملکی مفادات میں خرچ کیا جائے گا۔

وفی الْمُجْتَبَی لم یذکر کَیْفِیَّةَ الْأَخْذِ وَأَرَی أَنْ یَأْخُذَهَا فَیُمْسِکَهَا فَإِنْ أَیِسَ من تَوْبَتِهِ یَصْرِفُهَا إلَی ما یَرَی ۔ (۱۳)

تشریح کے اس حصہ کی شمولیت کے بعد تعزیر بالمال کی پہلی شکل پھر عود کر آتی ہے،اور اصل مذہب اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان سابقہ اختلاف برقرار رہتا ہے،اور یہ تشریح بے معنیٰ ہو کر رہ جاتی ہے،سوائے اس صورت کہ جب مجرم کو توفیق توبہ نصیب ہو جائے۔

## تعزیر بالمال اور تعزیر باخذ المال کا مفہوم :

اور اسی تشریح کی بنیاد پر تعزیر بالمال اور تعزیر باخذ المال میں فرق کا تصور پیدا ہوا،بزازیہ نے تعزیر باخذ المال کا ایک نیا معنی متعارف کرایا کہ وقتی حبس مال کا نام تعزیر باخذ المال ہے،بزازیہ میں صرف اتنا ہی ہے،لیکن دوسرے علماء نے اس سے یہ معنی اخذ کیا کہ پھر تعزیر بالمال مطلقاً ضبط مال کا نام ہے،خواہ وہ قابل واپسی ہو یا نہ ہو،اور تعزیر بالمال عام ہے اور تعزیر باخذ المال اسی کی ایک قسم ہے،یعنی تعزیر بحبس المال ،لیکن اسی کے ساتھ اگر المجتبیٰ کی تشریح بھی شامل کر لی جائے اور عدم توبہ کی صورت میں مال نا قابل واپسی قرار پائے تو پھر اس میں اور عام مالی جرمانہ (تعزیر بالمال) میں نتیجہ کے لحاظ سے کوئی فرق باقی نہیں رہ جائے گا۔

واضح رہے کہ یہ تشریح یا تفریق خود حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول نہیں ہے،یہ بعد والوں کی ایجاد ہے۔

اسی لئے بشمول مسلک حنفی کسی مسلک فقہی کی کتاب میں تعزیر بالمال اور تعزیر باخذ المال کی تعبیرات میں مذکورہ فرق ملحوظ نہیں رکھا گیاہے بلکہ اکثر دونوں الفاظ ایک ہی سیاق میں ذکر کئے گئے ہیں، دیکھئے چند عبارتیں :

وفی شَرۡحِ الۡآثَارِ التَّعۡزِیرُ بِالۡمَالِ کان فی ابۡتِدَاءِ الۡإِسۡلَامِ ثُمَّ نُسِخَ اھ وَالۡحَاصِلُ أَنَّ الۡمَذۡهَبَ عَدَمُ التَّعۡزِیرِ بِأَخۡذِ الۡمَالِ ۔ (۱۴)

اس میں تعزیر بالمال اور باخذ المال دونوں ایک ہی معنیٰ میں مستعمل ہوئے ہیں۔

اسی طرح کی عبارتیں عالمگیری اورشامی وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔(۱۵)

یَجُوزُ التَّعۡزِیرُ بِأَخۡذِ الۡمَالِ وَهُوَ مَذۡهَبُ أَبِي یُوسُفَ وَبِهِ قَالَ مَالِكٌ،وَمَنۡ قَالَ:إنَّ الۡعُقُوبَةَ الۡمَالِیَّةَ مَنۡسُوخَةٌ فَقَدۡ غَلِطَ عَلَی مَذَاهِبِ الۡأَئِمَّةِ نَقۡلًا وَاسۡتِدۡلَالًا وَلَیۡسَ بِسَهۡلٍ دَعۡوَی نَسۡخِهَا ۔ (۱۶)

یہاں تعزیر باخذ المال اور عقوبت مالیہ (تعزیر بالمال) ہم معنیٰ استعمال ہوئے ہیں۔

فقہ مالکی کی مشہور کتاب" حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر" میں یہ عبارت ہے :

وَلَا یَجُوزُ التَّعۡزِیرُ بِأَخۡذِ الۡمَالِ إجۡمَاعًا وما رُوِیَ عن الۡإِمَامِ أَبِي یُوسُفَ صَاحِبِ أَبِي حَنِیفَةَ من أَنَّهُ جَوَّزَ لِلسُّلۡطَانِ التَّعۡزِیرَ بِأَخۡذِ الۡمَالِ فَمَعۡنَاهُ كما قال الۡبَزَّازِيُّ من أَئِمَّةِ الۡحَنَفِیَّةِ أَنۡ یُمۡسِكَ الۡمَالَ عِنۡدَهُ مُدَّةً لینزجر ۔ (۱۷)

اس میں جس تعزیر باخذ المال کو بالاجماع ناجائز قرار دیا گیاہے وہ وہی ہے جسے ہم تعزیر بالمال کہتے ہیں۔

## امام ابو یوسف کے قول جواز کا جائزہ :

حنفیہ کے امام ثانی حضرت امام ابو یوسفؒ سے تعزیر بالمال کے جواز کا قول منقول ہے،البتہ مذہب میں اس قول کو ضعیف اور غیر مفتیٰ بہ قرار دیا گیاہے......ابتدائی صورت حال بس اتنی ہی تھی کہ اس قول کو مذہب میں غیر مفتیٰ بہ تسلیم کیا گیا تھا،اور امام ابو یوسفؒ کی اس روایت کی اشاعت سے روک دیا گیا تھا کہ مبادا اس سے ستم پرور حکمرانوں کے لئے ظلم کا دروازہ کھل جائے۔

قال فی الفتح وعن أبی یوسف یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة لایجوز اھ ومثله فی المعراج وظاهره أن ذلك روایة ضعیفة عن أبی یوسف قال فی الشرنبلالیة ولایفتی بهذا لما فیه من تسلیط الظلمة علی أخذ مال الناس فیأكلونه اھ ومثله فی شرح الوهبانیة عن ابن وهبان ۔ (۱۸)

اس طرح کی عبارتیں فقہ حنفی کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں،ان عبارتوں سے یہی مترشح ہوتاہے کہ ابتدائی

ادوار میں امام ابو یوسف کے قول کا مفہوم وہی لیا جاتا تھا جو تعزیر بالمال کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے، یعنی ناقابل واپسی مالی جرمانہ، اس لئے کہ واجب الرد ہونے کی صورت میں مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے، بلکہ حکومت کی تحویل میں جانے کے بعد تحفظ مال کی پوری ذمہ داری حکومت پر عائد ہو جاتی ہے۔لیکن بعد کے ادوار میں امام ابو یوسف ؒ کے قول کو حنفیہ کے معروف مسلک سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس میں تاویلات کی گئیں ، جن میں سرفہرست خاتمۃ المجتہدین مولانا رکن الدین ابویحیٰ الخوارزمیؒ اور امام ظہیر الدین التمرتاشی الخوارزمیؒ (متوفی ۶۱۰ھ مطابق ۱۲۱۴ء )(۱۹) ہیں ،ان حضرات نے امام ابو یوسف ؒ کے قول کا مطلب یہ بیان کیا کہ جرمانہ کا مال مجرم سے لے کر محبوس کیا جائے لیکن بحق سرکار یا بحق مدعیٰ علیہ خرچ نہ کیا جائے بلکہ محفوظ رکھا جائے، اور توبہ کے بعد اسے واپس کر دیا جائے، یعنی گویا وقتی حبس مال کی صورت۔

امام ابو یوسف کے قول کی یہ تشریح کس بنیاد پر کی گئی کچھ نہیں معلوم البتہ اس قدر یقینی ہے کہ یہ تشریح خود حضرت امام ابو یوسف ؒ سے منقول نہیں ہے۔

—(جاری)

## حواشی :

(۱) المبسوط للسرخسی : ۴۵/۹ط : دار احیاء التراث العربی، وفتح القدیر : ۱۱۹/۷ط المیمنیۃبیروت، القلیوبی علی شرح المنھاج: ۳۰۵/۴ إعلام الموقعین :۱۱۸/۲ ط : دار الجیل، بیروت، زاد المحتاج بشرح المنھاج: ۲۶۵/۴ط : المکتبۃ العصریۃ، بیروت۔ وکشاف القناع : ۲/۴، ط المطبعۃ الشرقیۃ بالقاھرۃ ، والأحکام السلطانیۃ للماوردی ص: ۲۲۴،مطبعۃ السعادۃ۔

(۲) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۳ ص ۲۱۰ باب الخلع فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی.الناشر دار الکتب الإسلامی.سنۃ النشر ۱۳۱۳ھمکان النشر لقاھرۃ.عدد الأجزاء 3*6۔

(۳) التاج والإکلیل لمختصر خلیل ج ۶ ص ۳۱۹ محمد بن یوسف بن أبی القاسم العبدری أبو عبد اللہ سنۃ الولادۃ/ سنۃ الوفاۃ 897الناشر دار الفکر سنۃ النشر 1398مکان النشر بیروت عدد الأجزاء 6

(۴) تبصرۃ الحکام : ۲۰۱/۲۔

(۵) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج۶ ص ۶۸، زین الدین ابن نجیم الحنفی سنۃ الولادۃ 926ھ/سنۃ الوفاۃ 970ھ الناشر دار المعرفۃ مکان النشر بیروت

(۶) مغنی المحتاج إلی معرفۃ ألفاظ المنھاج ج ۹ ص ۱۴۸ المؤلف : محمد بن أحمد الخطیب الشربینی (المتوفی : 977ھ) [ھو شرح متن منھاج الطالبین للنووی (المتوفی 676ھ)

(۷) شرح زاد المستقنع ج ۲۳۳ ص ۷، المؤلف : محمد بن محمد المختار الشنقیطی مصدر الکتاب : دروس صوتیۃ قام بتفریغھا موقع الشبکۃ الإسلامیۃ ۔-شرح أخصر المختصرات ج ۴۲ ص ۲۹ المؤلف : عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن جبرین مصدر الکتاب : دروس صوتیۃ قام بتفریغھا موقع الشبکۃ الإسلامیۃ ۔

(۸) توضیح الاحکام من بلوغ المرام 31۔

(۹) ردالمحتار:۱۰۶/۶،نیز دیکھئے:البحر الرائق:۶۸/۵۔

(۱۰) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۴۴زین الدین ابن نجیم الحنفی سنة الولادة 926ھ/ سنة الوفاة 970ھ الناشر دار المعرفة مکان النشر بیروت۔

(۱۱) حاشیة رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار فقه أبو حنیفة ج ۴ ص ۶۲ ابن عابدین.الناشر دار الفکر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421ھ - 2000م. مکان النشر بیروت.عدد الأجزاء 8۔ کذافی العالمگیریة،فصل فی التعزیر ،۲/۱۶۷ ط ماجدیه کوئٹه۔

(۱۲) درر الحکام شرح غرر الاحکام لملا خسرو، 2/75،ط:دار احیاء الکتب العربیة۔

(۱۳) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۴۴زین الدین ابن نجیم الحنفی سنة الولادة 926ھ/ سنة الوفاة 970ھ الناشر دار المعرفة مکان النشر بیروت۔

(۱۴) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ج ۵ ص ۴۴زین الدین ابن نجیم الحنفی سنة الولادة 926ھ/ سنة الوفاة 970ھ الناشر دار المعرفة مکان النشر بیروت۔

(۱۵) حاشیة رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار فقه أبو حنیفة ج ۴ ص ۶۲ ابن عابدین.الناشر دار الفکر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421ھ - 2000م. مکان النشر بیروت.عدد الأجزاء 8۔ کذافی العالمگیریة،فصل فی التعزیر ،۲/۱۶۷ ط ماجدیه کوئٹه۔

(۱۶) معین الحکام فیما یتردد بین الخصمین من الأحکام ج ۲ ص ۴۴۹ المؤلف : علی بن خلیل الطرابلسی، أبو الحسن، علاء الدین (المتوفی :844ھ)مصدر الکتاب : موقع الإسلام۔

(۱۷) حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیرج ۴ ص ۳۵۵ محمد عرفه الدسوقی تحقیق محمد علیش الناشر دار الفکرمکان النشر بیروت عددالأجزاء 4۔

(۱۸) حاشیة رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار فقه أبو حنیفة ج ۴ ص ۶۲ ابن عابدین.الناشر دار الفکر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421ھ - 2000م. مکان النشر بیروت.عدد الأجزاء 8۔ کذافی العالمگیریة،فصل فی التعزیر ،۲/۱۶۷ ط ماجدیه کوئٹه۔

(۱۹) بڑے عالم،امام اور فقیہ تھے،خوارزم کے مفتی تھے،تمرتاش خوارزم کا ایک گاؤں ہے،کئی کتابوں کے مصنف ہیں (الاعلام للزرکلی ج ا ص ۹۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۰ء۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

دوسری قسط

# قبل از نبوت حقوق انسانی کی حفاظت اور اس کا شرعی حکم

● ڈاکٹر ظفر دارک قاسمی — پوسٹ ڈاکٹریٹ فیلو، شعبہ دینیات (سنی) اے ایم یو، علی گڑھ

## بعثت سے قبل کے حالات :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل دنیا بدامنی اور فساد کا شکار تھی آپؐ جس وقت اس دنیا میں تشریف لائے تو دنیا معاشرتی، اخلاقی، سیاسی، معاشی، اور مذہبی فسادات جیسے جرائم میں ملوث تھی، سفاکی، حق تلفی اور ظلمت وگمراہی کا سکہ رائج تھا۔ انسانیت کا رشتہ اپنے معبود حقیقی سے یکسر معدوم ہو چکا تھا۔ انسانیت سسک رہی تھی۔ الغرض نبی کریمؐ کی بعثت کا زمانہ ایسا تھا کہ انسان اپنی اصل حیثیت کو بھلا چکا تھا ایسے وقت میں رب کائنات نے انسانیت کی اصلاح کے لئے آپؐ کو مبعوث فرمایا۔

## بچپن :

پورے وثوق واعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ آپؐ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا ہے آپؐ اپنی والدہ کی گود سے جب اتر کر پاؤں پاؤں چلنے لگے جبکہ اس عمر میں زیادہ تر بچے ضد کرتے ہیں مگر آپؐ نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ محمدؐ اپنے دادا کے نور نظر تھے، اس طرح آپؐ نے کبھی بے ہودہ کھیل کود اور تماشوں میں حصہ نہیں لیا نیز میلوں ٹھیلوں سے بھی دور رہے تھے آپؐ کی کم سنی بھی تمام عیوب سے پاک تھی۔

## بلوغت :

بلوغت کے متعلق تمام سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ محمد ﷺ کے خوبصورت پہلو لوگوں کے سامنے آنے لگے۔ اہل مکہ اس خوبصورت اور ذہین بچہ کو دیکھتے اور تعجب کرتے کہ ایک ایسے معاشرہ میں جہاں ذرا ذرا سی بات پر تلواریں نکل آتی

ہیں اور ایک دوسرے کا خون پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے، اور جہاں طاقتور کمزور کو دبانا اپنا حق سمجھتا ہے، وہاں کمسن بچہ دوسروں کے کام آتا ہے کمزوروں کا بوجھ اٹھاتا ہے ابن ہشام نے آپؐ کی جوانی کے حوالہ سے لکھا ہے :

محمدﷺ یشب علی مکارم الاخلاق فشب رسول اللہﷺ واللہ تعالیٰ یکلؤہ ویحفظہ ویحوطہ من اقذار الجاھلیۃ لما یرید بہ من کرامتہ ورسالتہ حتی بلغ:ان کان رجلاً افضل قومہ مروءۃ واحسنھم خلقاً واکرمھم حسباً واحسنھم جواراً واعظمھم حلماً واصدقھم حدیثاً واعظمھم امانۃ وابعدھم من الفحش والاخلاق التی تدنس الرجال تنزھاً وتکرماً حتی ما اسمہ فی قومہ الا الامین لما جمع اللہ فیہ من الامور الصالحۃ۔(۱۸)

محمدؐ جوانی کی عمر کو پہنچے تو اللہ تعالیٰ ہر ایک شر وفساد سے آپ کی حفاظت فرماتا تھا اور جاہلیت کی ہر ایک ناپاکی سے آپؐ کو پاک رکھا۔حتی کہ آپؐ جب بالغ ہوئے تو نہایت بامروت، صاحب اخلاق، رحیم وکریم، راست گو، امین وحلیم اور فحش وغیرہ سے دور تھے۔

محمدؐ نے اپنی زندگی کے ابتدائی ادوار انتہائی پاکیزگی سے بسر کئے آپ کسی بھی برائی میں ملوث نہیں جبکہ شہر مکہ اس وقت برائیوں، بے چینیوں کا مرکز تھا۔آپؐ کی صداقت وامانت کے باعث مکہ کے لوگ آپؐ کو اعلان نبوت سے قبل ہی صادق وامین جیسے اہم ترین اعزاز سے سرفراز کر چکے تھے، کیونکہ ناداروں، مفلسوں اور بے سہارا افراد کی اعانت کرنا آپؐ کا شیوہ تھا اور آپؐ تمام لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور ان کی برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے تا کہ معاشرہ صالح خطوط پر چل کر انسانیت کی عظمت واحترام کو جان سکے اس کی حفاظت کا دم بھرنے لگے۔ یہ وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ نبوت سے قبل آپؐ کی زندگی کے تمام مراحل انتہائی پرامن شخصیت کا نمونہ تھے، جاہلیت کی آلودگی آپؐ کی پاکیزہ اور آئیڈیل زندگی سے کوسوں دور تھی آپؐ کے حسن اخلاق اور اعتماد کا یہ حال تھا کہ اپنی امانتیں و دیگر ضروری اہم اور قیمتی اشیاء بھی آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔انھیں اس بات کا یقین تھا کہ آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔(۱۹)

## انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے اقدامات :

قیام امن اور تحفظ نفس کیلئے اقدامات میں سے اہم اقدام منافرت، ظلم وجور کا خاتمہ اور مذہبی رواداری کا فروغ تھا۔ظہور اسلام کے وقت روئے زمین کے جس حصے میں نوع انسانیت آباد تھی وہاں ضیاع نفس اپنے عروج پر تھا تمام معاشرتی ادارے شکست وریخت کا شکار تھے۔خونریزی، اخلاقی تنزلی، اخلاقی معائب کی لپیٹ میں پورا معاشرہ آچکا تھا۔چنانچہ معاشرہ کو امن وسکون سے آراستہ کرنے کیلئے نبی کریمﷺ نے قیام امن کی طرف بھرپور توجہ دی کیونکہ معاشرہ میں امن وسکون ہوگا تو لامحالہ معاشرہ اعلیٰ اخلاقی محاسن سے مزین ہوگا اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا اور فتح وکامرانی کے عظیم ترین سرچشمے نمودار

ہوں گے جس سے ہر کس وناکس فیضیاب ہوگا۔محمدؐ نے نبوت سے قبل قیام امن اور انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے جو اقدامات کئے ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

## حرب فجار :

عرب کی اخلاقی ذہنیت قبائلی عصبیت سے عبارت تھی ،وہاں کے رہنے والے غلط یا صحیح ہر معاملہ میں اپنے قبیلہ وخاندان کی حمایت ونصرت اور اس کیلئے اپنی پوری قوت صرف کرنے کو اعلیٰ اخلاقی قدر سمجھتے تھے اسی طرح کا واقعہ قبل از بعثت پیش آیا جسے تاریخ میں حرب فجار کہا جاتا ہے۔

یہ معرکہ عربوں کی روایتی عصبیت کا مظہر تھا،آنحضورﷺ کو بھی خاندانی مروت اور صلہ رحمی کے جذبہ کی بناء پر اس جنگ میں شریک ہونا پڑا۔سیرت نگاروں کی تصریح کے مطابق آپؐ نے اپنے چچاؤں کے اصرار پر اس جنگ میں حصہ لیا اور صرف اس قدر کہ آپؐ نے اپنے چچاؤں کا محض دفاع کیا۔

## معاہدہ حلف الفضول :

بعثت سے قبل ظلم کے خاتمہ اور مظلوموں کی اعانت و دادرسی کے حوالہ سے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کے جو روشن پہلو تاریخ نے محفوظ کئے ہیں وہ سیاسی وتاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

معاہدہ حلف الفضول (۳۷قبل ہجری /۵۸۶ء) کو اس حوالہ سے خاص طور پر اہمیت حاصل ہے،البتہ ستم رسیدہ افراد کی ہمدردی،کمزوروں،محتاجوں اور مفلوک الحال طبقات کی امداد واعانت کے حوالہ سے محمدﷺ کی حیات طیبہ کو خاصی اہمیت حاصل ہے آپؐ کے اسوۂ حسنہ میں ایک نمایاں ترین وصف انسان دوستی ،فلاح انسانیت ہے۔یہی وجہ ہے کہ رازدار نبوت،زوجۂ رسولؐ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ نے بعثت نبوی کے اس اہم اور تاریخی موڑ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی آپؐ کی تائید اور حوصلہ افزائی کے طور پر جو تاریخی کلمات کہے،وہ آپؐ کی شخصی عظمت ،انسان دوستی ،حقوق انسانی کے حوالہ سے آئین ودستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں ''ہرگز نہیں ،بخدا اللہ آپ کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا،کیونکہ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں،بے آسرا لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں،فقیر لوگوں کو کما کر دیتے ہیں۔مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہل حق کی اعانت کرتے ہیں''۔(۲۰)

اسی طرح آپؐ کے چچا جناب ابوطالب جن کی تربیت میں آپ بچپن سے رہے آپؐ کی سیرت وکردار اور زندگی کے ہر گوشہ کا بغور مشاہدہ کیا ہے وہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل۔(۲۱)

انسانی حقوق کی حفاظت کے حوالہ سے نبوت سے قبل معاہدہ حلف الفضول میں بحیثیت ایک اہم رکن کے محمدؐ کی شرکت تاریخی اہمیت کی حامل ہے اوراس کے مطالعہ سے تین باتیں سامنے آتی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ آپؐ کا دل عنفوان شباب میں ہی غم انسانیت سے معمور تھا، آپؐ مظلوم انسانوں کی مدد اوران کے حقوق کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے اور ہر قسم کے امتحان سے گزرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔

(۲) دوسرا یہ کہ آپ ﷺ کے دل میں ظلم کا استحصال کرنے اور مظلوم انسانیت کو ظالموں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلانے کی تڑپ تھی۔

(۳) تیسرے یہ کہ آپ ﷺ معاشی مساوات پر یقین رکھتے تھے۔(۲۲)

لہٰذا اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معاہدہ حلف الفضول کے بعض دیگر اہم گوشوں پر روشنی ڈال دی جائے۔

## حلف کے وقت آپ ﷺ کی عمر :

ماخذ کے مطابق یہ معاہدہ حرب فجار کے بعد شہر حرام ذی قعدہ میں بعثت نبی کریمؐ سے بیس برس قبل طے ہوا۔(۲۳) بعض حضرات نے شوال کا مہینہ اور نبیؐ کی عمر بیس برس لکھی ہے۔(۲۴)

## حلف الفضول زبانی معاہدہ تھا یا تحریری :

اس سلسلہ میں اکثر سیرت نگاروں ومؤرخین نے تحالفوا وتعاقدوا کے الفاظ لکھے ہیں البتہ کسی نے بھی اس کے تحریر کئے جانے کا ذکر نہیں کیا ہے اور پھر حلف کے الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زبانی معاہدہ ہوگا، کیونکہ حلف کا لفظ بھی اس کا متقاضی ہے کہ یہ زبانی طے ہوا اور تحریری نہ تھا کیونکہ حلف قسم کی طرح ہے اور قسم کا تحریری ہونا عرب میں رائج نہیں تھا۔ مؤرخین وسیرت نگاروں نے اس کا دوسرا نام حلف المطیبین بتایا ہے۔(۲۵)

البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ حلف الفضول اور حلف المطیبین دو الگ الگ معاہدہ ہیں اور حلف الفضول کو حلف المطیبین اغراض ومقاصد میں ایک جیسا ہونے کے باعث تشبیہاً کہا گیا ہے۔(۲۶)

اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ حلف المطیبین نبی کریمؐ کی ولادت سے قبل قصی بن کلاب کی وفات کے بعد بنو عبد الدار اور بنو ہاشم کے اختلاف کے باعث مرتب ہوا۔(۲۷)

حلف الفضول میں جن قبائل نے شرکت کی ان کے نام مؤرخین وسیرت نگاروں نے اس طرح بیان کئے ہیں، قبائل بنو ہاشم، بنو امیہ، بنو نوفل بن عبد مناف بنو عبد المطلب، بنو زہرہ بن کلاب، بنو اسد بن عبد العزیٰ، بنو مخزوم اور بنو تمیم بن مرہ البتہ بنو عبد شمس اس میں شامل نہیں ہوئے۔(۲۸)

مستند ماخذ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تحریک دینے والے پہلے شخص محمدؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب تھے۔(۲۹) اس کی تائید کرنے والے عبداللہ بن جدعان تھے جو کہ سخاوت ومتانت میں معروف تھے۔(۳۰) یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں طے پایا۔(۳۱)

## حلف الفضول نام رکھنے کی وجوہات :

مؤرخین وسیرت نگاروں نے درج ذیل وجوہات کا ذکر کیا ہے :

(۱) بعض اہل علم نے وجہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حلف الفضول سے مراد حلف الفضائل ہے یعنی اعلیٰ اوصاف وکمالات والا معاہدہ۔(۳۲)

(۲) بعض حضرات کے مطابق معاہدہ کرنے والے افراد نے کہا: لقد دخل هٰؤلاء فی فضل من الامر۔ اس وجہ سے حلف الفضول کہا جاتا ہے۔(۳۳)

(۳) بعض حضرات کے مطابق یہ معاہدہ قبیلہ جرہم کے معاہدہ کی طرح تھا کہ انھوں نے معاہدہ کیا تھا کہ مکہ کی سرزمین پر ظلم نہیں ہونے دیں گے اور معاہدہ کرنیوالوں کے نام فضل بن شراعہ، فضل بن وداعہ اور فضل بن قضاعہ وغیرہ تھے، اس لئے اس معاہدہ کو بھی اسی تسلسل میں حلف الفضول کا نام دیا گیا، یہ بھی ذکر ہے کہ ان کے نام فضل، فضال اور فضالہ تھے۔(۳۴)

(۴) اس کی چوتھی وجہ صاحب البدرالمنیر نے یہ تحریر کی ہے۔ وقیل علیٰ انهم ینفقون من فضل اموالهم فسموا بذالك حلف الفضول۔(۳۵)

''اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنے فاضل اموال (اس عہد کی پاسداری میں) مظلوموں پر خرچ کریں گے اس بناء پر اس کا نام حلف الفضول ہوگیا''۔

(۵) بعض حضرات نے یہ بھی بتایا ہے کہ حلف الفضول ایک خوشبو ہے جس کا نام فاضل ہے، اس سے منسوب کر کے اسے حلف الفضول کہا گیا: سموا بذالك الفاضل ذالك الطیب۔(۳۶)

(۶) اس کی ایک وجہ تسمیہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ فضل کا مطلب مال بھی ہوتا ہے کیونکہ اس معاہدہ میں یہ طے ہوا تھا کہ کسی کا مال کسی کے پاس نہیں رہنے دیں گے۔

انما سمی حلف الفضول لانهم تحالفوا علیٰ الایتر کوا عند احد فضلاً۔ الا اخذوه۔(۳۷)

''اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا کیونکہ انہوں نے باہم حلف دیا تھا کہ کسی کا مال کسی (دوسرے) کے پاس ظالمانہ طور پر نہیں رہنے دیں گے حتیٰ کہ اسے واپس لے لیں''۔

(۷) ساتویں وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ قریش کے جن لوگوں نے اس کو ناپسند کیا انہوں نے عیب لگاتے ہوئے حلف الفضول کہا۔ وقالوا هذا من فضول القوم۔

انھوں نے کہا یہ فضول بے کار لوگوں میں سے ہیں۔ یہ وجہ تسمیہ قرین قیاس معلوم نہیں ہوئی کیونکہ ایسے خیر کے معاہدہ کا نام برائی کے ساتھ معروف ہونا اور خود معاہدین کا بھی اس نام کو قبول کر لینا ممکنات میں سے نہیں ہوسکتا۔(۳۸)

## حقوق انسانی کا تاریخی منشور :

مستند تاریخی ماخذ کے اعتبار سے سرزمین عرب میں بالخصوص مکے کی ریاست میں بنیادی انسانی حقوق کا پہلا تاریخ ساز معاہدہ ہے جس میں شریک ہونے والے رضا کار متحدہ طور سے اپنے شہر (مکے) میں ظالموں کا ہاتھ روکتے اور مظلوموں کو ان کا حق دلاتے ہیں۔(۳۹)

## اسباب وعوامل :

ماخذ کے بیان کے مطابق: حلف الفضول کا محرک عہد جاہلیت کے ایک مخصوص واقعے کو قرار دیتے ہیں وہ یہ کہ بنو زید کا ایک شخص مکے میں کچھ مال بغرض تجارت لایا۔ جسے عاص بن وائل نے خرید لیا، اکثر روایتوں میں اس کا نام عاص بن وائل سہمی بیان کیا گیا ہے، جب کہ بعض دیگر ماخذ میں اس کا نام حذیفہ بن قیس السہمی بھی مذکور رہے۔(۴۰)

اس نے اس کی قیمت ادا نہ کی، وہ دادرسی کی غرض سے مدعی بن کر قبائل قریش میں فریاد لے کر گیا۔ اس نے عاص بن وائل کے دوست قبائل عبدالدار، مخزوم، جمح، سہم، عدی بن کعب سے اس عمل کی شکایت کی مگر عاص بن وائل کی وجاہت سے اس کی فریاد رسی کی کسی کو ہمت نہ ہوئی تھی۔ ایک صبح جب قریش خانۂ کعبہ کے گرد جمع تھے تو اس تاجر نے چند شاکیانہ اور دردمندانہ اشعار پڑھ کر اپنی بے بسی ظاہر کی۔ الغرض طلوع آفتاب کے وقت جبکہ قریش حرم کعبہ میں حسب معمول اپنی مجلس جمانے بیٹھے تھے۔ وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے :

یاآل فیھر لمظلوم بضاعته
ببطن مکة نائی الداروالنفر

”اے فہر کی اولاد اس مظلوم کی فریاد سنو، جس کا مال ومتاع شہر مکہ میں ظلماً چھین لیا گیا وہ غریب الدیار (مسافر) ہے اپنے وطن سے دور، اپنے مددگاروں سے دور“۔

ومحرم اشعث لم یقض عمرته
یالرجال وبین الحِجر والحَجر

''وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے،اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں،اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا،اے مکے کے سردار میری فریاد سنو۔مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے''۔

ان الحرام لمن تمت کرامته

ولاحرام لثوب الفاجر الغدر

''عزت وحرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو۔جو فاجر اور دھوکے باز ہو،اس کے لباس کی تو کوئی حرمت نہیں''۔

حرم میں موجود تمام قریش سرداروں نے اس مظلوم کی یہ فریاد سنی ،تاہم سب سے پہلے جسے اس بے یارومددگار مسافر کی فریاد پر لبیک کہنے کا حوصلہ ہوا،وہ رسولﷺ کے حقیقی چچا حضرت زبیر بن عبدالمطلب تھے۔آپ یہ سن کر بے چین ہو گئے۔فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اعلان کیا۔مالهذا مترك اب اس مظلوم کی فریاد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔(۴۱)اس کے بعد معاہدہ حلف الفضول عمل میں آیا۔(۴۲)

مؤرخین نے معاہدہ حلف الفضول کے دیگر اسباب بھی بیان کئے ہیں۔چنانچہ ابن قتیبہ(متوفی:۲۷۶ھ)(۴۳)، ابن الجوزی(متوفی:۵۹۷ھ)(۴۴)اور دیار بکری(متوفی:۹۶۶ھ)(۴۵)کے بیان کے مطابق قبائل قریش حرم کے تقدس اور عظمت کو پامال کرتے تھے اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔اس کے تدارک کے لئے یہ تاریخی معاہدہ مرتب ہوا۔ہاں علامہ شبلی نعمانی کی رائے کے مطابق اس کا سبب سرزمین مکہ کی بدامنی،طویل جنگوں،غارت گری وسفاکی کو اس معاہدے کا محرک بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سینکڑوں گھر برباد کر دیئے تھے،اور قتل وسفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے،یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک نے جنم لیا،جنگ فجار سے لوگ واپس آئے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسولﷺ کے چچا اپنے خاندان کی سرکردہ شخصیت تھے انہوں نے یہ تجویز پیش کی تھی،چنانچہ خاندان ہاشم،زہرہ اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر جمع ہوئے اور معاہدہ طے پایا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکے میں نہ رہنے پائے گا۔(۴۶)سید امیر علی نے اپنی کتاب روح اسلام میں معاہدہ حلف الفضول کا دوسرا سبب بتایا ہے جس میں قبیلۂ بنی قیس کا مشہور شاعر حنظلہ قریش کا ایک باعزت شخص تھا۔عبداللہ بن جدعان کی حمایت کے سبب مکے آیا اس کے باوجود سربازار اس کو لوٹ لیا گیا۔(۴۷)

اس بدعنوانی نے ایسی نازک ترین صورت اختیار کرلی کہ اس کا تدارک ضروری ہوگیا،کونستانس جیورجیو نے سیرت پر ایک کتاب تحریر کی ہے،اس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر محمد التونجی نے ''نظرة جديدة في سيرة الرسولﷺ'' کے نام سے کیا ہے۔اس میں مصنف حلف الفضول کے متعلق رقمطراز ہیں:كان حلف الفضول عبارة عن كوكبة مؤلفة من رهط من الفتيان المسلمين هدفهم ان لايضع حق المظلوم۔(۴۸)''معاہدہ حلف الفضول عبارت ہے اس منظم دستے سے جو مسلم نوجوانوں پر مشتمل تھا اور جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی مظلوم کا حق ضائع نہ ہو''۔

آگے فاضل مصنف اس معاہدہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ ایک بدو جنوبی علاقہ سے فریضۂ حج ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ اس کے ہمراہ اس کی ایک خوبصورت بیٹی بھی تھی، مکے کے ایک دولت مند تاجر نے اس بچی کو اغوا کرلیا اس مسکین باپ کے کیلئے بجز اس کے کوئی اور چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے پاس جائے ان سے شکایت کرے اور مدد کی فریاد کرے۔ لیکن پھر اسے یاد آیا کہ اس کے قبیلے میں مردوں کی تعداد بہت کم ہے وہ مکے کے دس قریشی قبیلوں کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا ہے۔ وہ اس پریشانی میں سرگرداں تھا، جب محمد ﷺ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے قریش کے نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ اس قریشی نے اس تاجر کے ساتھ جو بداخلاقی کا مظاہرہ کیا ہے اس پر ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہئے چنانچہ قریش کے کچھ نوجوان کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہوئے اور سب نے بایں الفاظ حلف اٹھایا۔ نقسم ان نحمی المظلوم حتی یستعید حقه من الظالم ونقسم ان لا یکون لنا هدف معین من وراء هذا العمل ولا یمیناً ان یکون المظلوم فقیراً او غنیاً۔ (۴۹)

ترجمہ: ہم قسم اٹھاتے ہیں کہ مظلوم کی مدد کریں گے۔ یہاں تک کہ ظالم سے وہ اپنا حق واپس لے لے اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ اس حلف سے اس کے بغیر ہمارا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ ہم اس کی پروا نہیں کریں گے کہ مظلوم غنی ہے یا فقیر۔

جب انھوں نے قسم اٹھائی تو حضور اکرمؐ ان کے ہمراہ تھے، پھر انہوں نے حجر اسود کو زمزم کے پانی سے دھویا اور اس پانی کو پی لیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی اس قسم پر پختہ رہیں گے۔ حلف برداروں کے بعد محمدؐ ان نوجوان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر اس ظالم تاجر کے گھر گئے اور اس کے مکان کا گھیراؤ کرلیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس بچی کو عرب کے ساتھ واپس کردے آخر اسے بادل نخواستہ اس بچی کو واپس کرنا پڑا''۔ (۵۰)

فاضل مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک پردیسی تاجر مکہ آیا۔ ابو جہل نے اس سے کچھ سامان خریدا۔ لیکن اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کردیا۔ وہ اپنے قبیلہ کے پاس آکر مدد کا خواستگار ہوا اور انہیں اپنی ہمدردی کیلئے مشتعل کیا لیکن ایک چھوٹا سا قبیلہ قریش کے دس قبائل سے نبرد آزما نہیں ہوسکتا تھا، انہوں نے معذرت کردی تو وہ تاجر پھر مکہ واپس آیا۔ محمد ﷺ کو ابو جہل کی اس حرکت کا پتہ چلا تو محمدؐ بذات خود ابو جہل کے گھر تشریف لے گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سامان کی قیمت تاجر کو ادا کرے چنانچہ ابو جہل کو مجبوراً اس کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ (۵۱)

## معاہدہ سے مرتب ہونے والے اثرات :

مستند تاریخی ماخذ کے بیان کے مطابق محمد ﷺ اس معاہدہ کے اہم رکن تھے اس کی بدولت کمزور طبقات کے حقوق کی بقاء اور مظلوم افراد کو ظلم سے نجات حاصل ہوئی۔ اس معاہدہ کے قیام کے پہلے ہی سال اتنا رعب و دبدبہ ہمہ گیر ثابت ہوا۔ اگر کہیں حقوق کی پامالی ہوتی تو اس کی جانب اشارہ ہی زبردستوں کے بے جا ظلم سے زیردستوں کو راحت کا سامان بن جاتا۔

اس معاہدہ کے مرتب ہونے کے بعد یہ صورت حال تھی کہ مکے میں اگر کسی شخص پر کوئی ظلم وزیادتی یا کسی فرد قبیلہ کی حق تلفی کی جاتی تو لوگ فوراً اس کی حمایت ونصرت کیلئے آجاتے۔(۵۲) یہ تاریخی معاہدہ پوری آن کے ساتھ تاریخ اسلام کی پہلی نصف صدی کے اختتام تک قائم رہا۔(۵۳)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی مشہور کتاب رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی میں اس کی اہمیت وہمہ گیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''مکہ والوں کو اس پر بجا طور سے فخر ہوسکتا ہے کہ جس زمانے میں باقی عرب بلکہ باقی دنیا میں لاٹھی راج کا دور دورہ تھا۔اس وقت انھوں نے رضا کارانہ امداد سے مظلومین کے لیے اپنی جتھا بندی کی اور تاریخ بتاتی ہے کہ انہوں نے رات کی بات دن ہوتے ہوئے بھلا نہ دی بلکہ ہمیشہ اس کی لاج رکھی۔زمانۂ جاہلیت میں اسکی دہائی سے ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سرغنہ تھراتے تھے خود آنحضرت ﷺ بھی زمانۂ جاہلیت میں ہجرت سے قبل اس میں مؤثر طور پر عملی حصہ لیتے رہے''۔(۵۴)

محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ :

''اس معاہدۂ حلف الفضول میں ایک ایک رضا کار جماعت شریک ہوئی ،جس کا مقصد حدود شہر میں ہر مظلوم کی خواہ وہ شہری ہو یا کہ اجنبی ،مدد کرنا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھنا تھا جب تک ظالم حق رسائی نہ کرے۔(۵۵) البتہ صاحب کتاب الاغانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ معاہدۂ حلف الفضول کے اراکین نے یہ بھی عہد کیا تھا کہ معروف کا حکم کریں گے اور منکر سے روکیں گے''۔(۵۶)

## تاریخی عظمت :

اس معاہدہ کی تاریخی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اس کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر اس معاہدہ کے مقابلہ میں مجھے سرخ اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ لیتا اور آج بھی اس معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں شرکت کیلئے تیار ہوں۔(۵۷) اسی طرح محمد بن حبیب بغدادی نے اس کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا ہے :

کان حلفاً لم یسمع الناس یحلف قط کان اکرم منه ولا افضل منه ۔(۵۸)

ترجمہ : یہ ایک ایسا معاہدہ تھا کہ اس سے زیادہ باعزت اور افضل معاہدہ کا تذکرہ لوگوں نے کبھی نہیں سنا۔

سہیلی اور ابن کثیر نے اس معاہدے کی اہمیت وعظمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :وکان حلف الفضول اکرم حلف سمع به واشرفه فی العرب ۔(۵۹)

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے لکھا ہے کہ جو قبائل اس معاہدہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے،ان کے سر برآوردہ لوگ اس کو

رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اوراس میں عدم شرکت کواپنی محرومی تصور کرتے تھے۔عتبہ بن ربیعہ نے جوعہد جاہلیت میں مکے کے سرداروں میں سے تھااورقبیلۂ بنوعبد شمس سے تعلق رکھتا تھا۔ایک موقع پرحلف الفضول کاذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ بہت اچھا معاہدہ تھا،بخدااگر میں اپنی قوم سے علیحدہ ہوکرکسی معاہدہ میں شریک ہوسکتا تو حلف الفضول میں ضرورشرکت کرتا۔(۶۰)

حقوق انسانی کے حوالے سے جو دفعات اس میں مرتب کی گئیں ان کا تذکرہ ذیل میں پیش کیاجارہاہے :

ابن ہشام اورابن اثیر نے معاہدے کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں :

تحالفوا وتعاقدوا ان لا یجدوا بمکۃ مظلوماً من اھلھا وغیرھم ممن دخلھا من سائر الناس الاقاموا معہ وکانوا علی من ظلمہ حتی ترد علیہ مظلمتہ۔ (۶۱)

ترجمہ : انہوں نے حلف اٹھایااور یہ عہد کیاکہ شہر مکہ میں کسی پربھی ظلم ہو،خواہ وہ مکے کاباشندہ ہویااجنبی،وہ سب (شرکائے معاہدہ)مظلوم کی حمایت میں ظالم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونگے،تاآنکہ مظلوم کواس کاحق واپس مل جائے۔

اہم دفعات درج ذیل تھیں۔

(الف) مکے سے بدامنی کودورکیاجائےگا۔

(ب) مسافروں کے تحفظ کویقینی بنایاجائےگا۔

(ج) مظلوموں کی امداد کی جائےگی،خواہ وہ مکے کے باشندے ہوں یااجنبی۔

(د) زبردست کوزیردست پرظلم وزیادتی سے روکاجاےگا۔(۶۲)

اس معاہدہ میں مشترکہ طورپران الفاظ کے ساتھ عہدوپیمان لیاگیاتھا :

باللہ لنکونن یداً واحدۃ مع المظلوم علی الظالم حتی یودّی الیہ حقہ،مابل بحر صوفہ ومارسیٰ حراء وثبیر مکانھما وعلی التأسی فی المعاش۔ (۶۳)

ترجمہ : قسم اللہ کی ہم سب مل کرایک ہاتھ بن جائیں گےاوروہ مظلوم کے ساتھ رہ کراس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھاہوارہےگا تاآنکہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کاحق ادانہ کردے اوریہ اس وقت تک جب تک سمندرگھونگوں کوبھگوتارہے اورحراءوثبیر کے پہاڑاپنی جگہ قائم ہیں،اورہماری معیشت میں مساوات رہےگی۔

اس معاہدہ کی عظمت کوبیان کرتے ہوئے قاضی سلیمان منصورپوری نے لکھاہے کہ انگلستان میں ٹائٹ ھڈ کاآرڈر جس کے ممبران تقریباًیہی عہدکیاکرتے تھے اس معاہدہ کے کئی صدیوں بعدقائم ہوا۔(۶۴)

## تحفظ نفس کی اورمثالیں :

اس کےعلاوہ اگرہم حضورصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت طیبہ پرغورکریں توسینکڑوں واقعات مل جائیں گے چنانچہ ماخذ میں مذکور

ہے کہ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری ہندوستان کے بڑے صوفیاء میں سے ہیں ۔انہوں نے ایک شخص کی فریاد رسی پر سلطان فیروز شاہ تغلق کو مظلوموں کی امداد کی طرف رغبت دلاتے ہوئے ایک مکتوب تحریر کیا۔اس مکتوب میں انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحفظ حقوق کا ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ :

حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے گھر بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا۔حضورؐ نے مجھ سے فرمایا باہر جا کر دیکھو، جب میں باہر آیا تو ایک نصرانی کو کھڑا دیکھا۔اس نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں ہیں؟ میں نے کہا ہاں ۔یہ سن کر وہ گھر کے اندر آیا اور کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں ،اور خدا کا بھیجا ہوا ہوں ۔مجھ کو اور لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دیتے ہو۔اگر تم رسول برحق ہو تو اس کو دیکھو کہ قوی ضعیف پر ظلم نہ کرے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم پر کس نے ظلم کیا ہے،اس نے کہا ابو جہل نے میرا مال لے لیا ہے،یہ وقت آپؐ کے آرام کا تھا، بڑی گرمی پڑ رہی تھی ،لیکن آپؐ اسی وقت روانہ ہوئے تا کہ مظلوم کی مدد فرمائیں ۔میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ قیلولہ کا وقت ہے ۔گرمی پڑ رہی ہے،ابو جہل بھی قیلولہ کر رہا ہوگا وہ برہم ہوگا،لیکن آپؐ نہ رکے اور ابو جہل کے دروازے پر پہنچ کر اسے آواز دی ،ابو جہل کو غصہ آیا،اس نے اپنے بت لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جس نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے،اس کو جا کر مار ڈالوں گا۔ باہر آیا تو دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہیں ،بولا، کیسے آئے کسی آدمی کو کیوں نہ بھیجا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصہ میں فرمایا۔ اس نصرانی کا مال تم نے کیوں لے لیا ہے اس کا مال واپس کرو۔ابو جہل نے کہا، اگر اس کے لئے آئے ہو تو کسی آدمی کو کیوں نہ بھیج دیا،میں مال واپس کر دیتا۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا مال واپس کرو۔ابو جہل اس کا تمام مال باہر لایا اور اس کے حوالہ کر دیا۔نصرانی سے محمدؐ نے فرمایا،اب تمہارا مال مل گیا؟ اس نے کہا لیکن ایک اونی تھیلا رہ گیا ہے۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھیلا بھی دو،ابو جہل نے کہا اے محمدؐ! تم واپس جاؤ میں اس کو پہنچا دوں گا۔محمدؐ نے فرمایا میں اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا، جب تک کہ تم تھیلا واپس نہ کر دو گے،ابو جہل گھر کے اندر گیا،اسے وہ تھیلا نہ ملا لیکن اس سے بہتر تھیلا لایا اور بولا وہ تو مجھ کو نہیں ملا مگر اس سے بہتر لایا ہوں ،اور اسی کو اس کے بدلے میں دیتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے نصرانی، یہ تھیلا بہتر ہے یا وہ بہتر تھا،اس نے کہا اے محمدؐ یہ بہتر ہے۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم کہتے ہو کہ وہ بہتر تھا تو میں اس وقت واپس نہ جاتا۔جب تک میں قیمت لے کر تمہارے حوالے نہ کر دیتا۔(۶۵)

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس طرح کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے عبداللہ بن ابی سفیان ثقفی کا بیان ہے کہ قبیلہ اراش کا ایک شخص اپنا اونٹ فروخت کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ابو جہل نے وہ اونٹ اس سے خرید لیا مگر قیمت ادا کرنے میں چون وچرا کرنے لگا،وہ اجنبی قریش کی ایک جماعت کے پاس پہنچا۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مسجد حرام کے ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔اراشی نے قریشیوں سے کہا کہ کوئی شخص ابوالحکم بن ہشام (ابو جہل) کے مقابلہ میں میری دادرسی کرے گا اور

اس سے میرا حق وصول کر کے دے گا، میں ایک غریب اور مسافر ہوں اور وہ میرا حق غصب کر کے بیٹھا ہے، اہل مجلس نے حضورا کرم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس شخص کو دیکھ رہے ہو، وہ یہ بات از راہ مذاق کر رہے تھے کیونکہ وہ لوگ حضورا کرم ﷺ اور ابوجہل کے درمیان عداوت واختلاف کو اچھی طرح جانتے تھے۔ کہنے لگے ان کے پاس جاؤ، وہ ابوجہل کے مقابلہ میں تمہاری مدد کریں گے۔ وہ حضورا کرم ﷺ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا، ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میں نے ان لوگوں سے اپنا حق وصول کرنے کی درخواست کی تھی، مگر انہوں نے آپؐ کی طرف بھیج دیا ہے۔ لہٰذا آپ اس سے میرا حق وصول کرادیں۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ مہربانی کر کے ابوجہل کے پاس چلئے۔ حضورا کرم ﷺ اٹھ کر اس کے ہمراہ چل پڑے۔ قریش مکہ بھی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک شخص کو جاسوس بنا کر پیچھے پیچھے بھیجا کہ دیکھو ابوجہل کیا کرتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضورا کرم ﷺ ابوجہل کے مکان پر پہنچے دروازے پر دستک دی۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا کون؟ حضورا کرمؐ نے فرمایا: میں محمد ہوں، باہر آؤ۔ ابوجہل باہر آیا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر خوف طاری تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس مظلوم کا حق ادا کرو۔ کہنے لگا: ضرور ذرا ٹھہریئے، میں اس کی رقم اندر سے لے آتا ہوں۔

راوی آگے بیان کرتا ہے کہ ابوجہل اندر گیا، اور اسی وقت اراشی کی قیمت لے کر باہر آگیا اور اس کے حوالے کردی، حضورا کرم ﷺ واپس تشریف لائے اور اراشی سے کہا جاؤ اپنی راہ لو۔ اراشی نے آکر جماعت قریش کو سارا واقعہ سنایا اور دعا دی کہ اللہ اس شخص کو جزائے خیر عطا فرمائے، جس نے میرا حق مجھے دلوایا، اتنے میں ان کا جاسوس بھی پہنچ گیا۔ اس نے بتایا کہ جب محمد ﷺ نے ابوجہل کے دروزاے پر دستک دی اور وہ باہر نمودار ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ اور فوراً آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی دیر بعد ابوجہل بھی آگیا۔ وہ لوگ کہنے لگے تیرے لئے ہلاکت ہو، تجھے کیا ہوگیا؟ اس قسم کی بات ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی، اس نے جواب دیا: واللہ جب محمد ﷺ نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے ان کی آواز سنی، تو میرے اوپر ایک رعب طاری ہوگیا اور میں مظلوم کی رقم ادا کرنے پر مجبور ہوگیا۔ (۶۶)

## حجر اسود کی تنصیب :

مستند تاریخی ماخذ میں مذکور ہے کہ محمد ﷺ کے اعلان نبوت سے کچھ عرصہ قبل آپؐ کی عمر مبارک ۳۵ سال ہوئی تو ایک زوردار سیلاب آیا۔ جس کی وجہ سے خانۂ کعبہ کی عمارت کو سخت نقصان ہوا حتی کہ بیت اللہ کی دیواریں پھٹ گئیں بنا بریں قریش اس کی دوبارہ تعمیر پر مجبور ہوگئے کہ بیت اللہ کی عظمت برقرار رکھنے کیلئے اسے ازسرنو تعمیر کریں۔ اس موقع پر انہوں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال مال ہی استعمال کریں گے۔ زانیہ کی اجرت، سود کی آمدنی اور کسی سے ناحق حاصل کیا ہوا مال استعمال نہیں کیا جائے گا جب حلال مال اکٹھا کیا گیا تو وہ مال اتنا نہیں تھا کہ جس سے بیت اللہ کی اصل بنیادوں کو ازسرنو تعمیر کیا جاسکے۔ لہٰذا انہوں نے مال کی کمی کی وجہ سے شمال کی طرف سے کچھ حصہ کو تعمیر میں شامل نہیں کیا بلکہ اس پر ایک چھوٹی سی دیوار اٹھا کر رکھ دی۔ یہی ٹکڑا حطیم کہلاتا ہے۔

تمام قریش قبائل نے بیت اللہ کی تعمیر کی غرض سے الگ الگ پتھر جمع کئے پھر کعبہ کی تعمیر شروع ہوئی۔جب خانہ کعبہ کی عمارت حجر اسود تک بلند ہو چکی تو حجر اسود کو اس کی جگہ پر نصب کرنے کے بارے میں قریش کے مابین اختلاف ہوا، ہر قبیلہ کے سردار نے چاہا کہ حجر اسود کو نصب کرنے کا شرف اسے حاصل ہو حتی کہ وہ ایک دوسرے سے دور ہو گئے، اور لڑائی کیلئے تیار ہو گئے۔ یہ جھگڑا پانچ دن تک چلتا رہا اور اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ قریب تھا کہ حرم میں خون خرابہ ہو جاتا۔ اسی اثنا وہ سب مسجد حرام میں جمع ہوئے اور باہمی مشورہ شروع کیا تاکہ حق وانصاف سے فیصلہ ہو سکے۔ بعض مؤرخین کے مطابق ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے جو کہ اس وقت قریش میں سب سے بزرگ شخص تھے یہ تجویز پیش کی کہ :

اجعلوا بینکم حکماً اوّل من یدخل من باب المسجد یقضی بینکم۔(٦٧)

ترجمہ : اس اختلاف کو طے کرنے کیلئے تم اس شخص کو فیصل مان لو جو کل صبح سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔

سب لوگوں نے یہ تجویز قبول کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کہ سب سے پہلے محمد ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے، لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پکار اٹھے۔

ھذا الامین رضینا ھذا محمد۔(٦٨)

ترجمہ : یہ امین محمد ہیں، ہم ان سے راضی ہیں۔

آپ ﷺ کو معاملہ کی تفصیل بتائی گی تو آپؐ نے ایک چادر منگوائی جس میں اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو رکھا اور تمام قبائل کے سرداروں سے کہا :

لتاخذ کل قبیلۃٍ بناحیۃ من الثوب ،ثم ارفعوہ جمیعاً ففعلوا،حتی اذا بلغوا بہ موضعہ وضعہ ھو بیدہ،ثم بنی علیہ۔(٦٩)

"تم لوگ اس چادر کو کناروں سے پکڑ کر اسے حجر اسود کے مقام تک لے چلو، جب وہ وہاں لے گئے تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھا کر اسے مقررہ جگہ پر نصب کر دیا"۔

محمد ﷺ کے اس فیصلے سے قبائل قریش کا اختلاف رفع ہو گیا اور ہونے والا خون خرابہ سفاکی، بھائی چارگی، امن وامان میں تبدیل ہو کر رہ گئی اس طرح آپؐ نے بعثت سے قبل انسانی حقوق کی حفاظت کیلئے مضبوط اقدامات فرمائے۔

## قبل از بعثت واقعات سیرت کی شرعی حیثیت :

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے واقعات قبل از نبوت جیسے حلف الفضول کا واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے حکم شرعی کا استنباط ہو سکتا ہے یا نہیں، اس سلسلہ میں فقہاء مجتہدین کی کتب میں براہ راست بحث نہیں ملتی۔ البتہ اصول فقہ کی کتب میں اس سے متعلق ضمنی طور پر درج ذیل تین عنوانات کے تحت اشارہ موجود ہے :

(الف) حسن وقبح عقلی ہے یا شرعی۔
(ب) شرع من قبلنا سے استدلال کی شرعی حیثیت۔
(ج) عصمت انبیاء قبل از بعثت۔

البتہ اصولیین کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ سیرت طیبہ کے واقعات قبل از نبوت سے حکم شرعی پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ محمد ﷺ نبی نہیں تھے اور اصول کے مطابق غیر نبی کے افعال سے حکم شرعی پر استدلال نہیں ہوسکتا، اسی وجہ سے اصول فقہ کی کتاب "التمھید فی تخریج الفروع علی الاصول" میں لکھا ہے:

ان المختار فی الافعال قبل البعثۃ ھو التوقف ای لایحکم علیھا بالاباحۃ ولا تحریم۔ (٧٠)

اسی طرح یہ عبارت بھی لکھی ہے:

قال امام الحرمین والمازری لایظھر لھا ثمرۃ فی الاصول ولا فی الفروع بل تجری مجری التواریخ المنقولۃ ولایترتب علیھا حکم فی الشریعۃ۔ (٧١)

"شرع من قبلنا" کے عنوان کے تحت یہ بحث بھی فقہاء اصولیین کی کتب میں موجود ہے کہ نبیؐ نبوت سے قبل کیا کسی شریعت کے متبع تھے یا نہیں۔ اس کے متعلق درج ذیل اقوال موجود ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ حضرت آدمؑ کی شریعت کے متبع تھے کیونکہ یہ اول الشرائع تھی۔
(ب) حضرت نوحؑ کی شریعت پر عمل پیرا تھے، کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہ نوحاً۔
(ج) حضرت ابراہیمؑ کی شریعت پر عمل پیرا تھے کیونکہ قرآن میں ارشاد ہے: اَنِ اتَّبِعۡ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ (سورہ نحل: ١٢٣)
(د) شریعت موسوی کے متبع تھے۔
(ہ) حضرت عیسیٰ کی شریعت پر چلتے تھے کیونکہ یہ آخری شریعت تھی۔
(و) حضرت محمد ﷺ نبوت سے قبل تمام انبیاء کی شرائع پر عمل پیرا رہے سوائے ان شریعتوں کے جو منسوخ کردی گئیں۔
(ز) ابن القشیری کی رائے یہ ہے کہ آپ کسی شریعت کے پیرو تھے مگر اس کا علم ہمیں نہیں ہے۔
(ح) بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ شریعت عقل کے پابند تھے۔
ابن القشیری کا قول ہے کہ یہ محض باطل بات ہے، عقل کی کوئی شریعت نہیں ہوتی اور اگر آپ ﷺ کسی شریعت کے پیرو تھے تو اس کا اظہار ضرور فرماتے کبھی کتمان نہ فرماتے۔
(ط) البتہ اس سلسلہ میں جمہور کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ نبوت سے قبل کسی بھی شریعت کے پابند نہ تھے کیونکہ یہ عقلاً محال ہے کہ آپ کسی نبی کے پیرو اور امتی کی حیثیت سے اس کی شریعت کی پابندی کریں۔ (٧٢)

البتہ نتیجتاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ آپ ﷺ کسی بھی شریعت کے پابند تھے تب بھی قبل از نبوت کے واقعات سے شرعی معاملات میں استدلال کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ مذہب اسلام کے آنے کے بعد سابقہ تمام شریعت منسوخ ہو چکی ہیں ۔مگر محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح بیان کی ہے :

ھی مانقل عن رسول اللہ ﷺ من اقوال وافعال وتقریرات وصفاتہ الخلقیۃ والخلقیۃ سواء کان ذالک قبل البعثۃ اوبعدھا ۔(۷۳)

یعنی قبل از بعثت کے اقوال وافعال وتقریرات بھی حدیث میں شامل ہیں لیکن یہ تعریف آپ کی زندگی کے اکثر واقعات کے محفوظ ہونے کی طرف تو اشارہ کرتی ہے لیکن یہ تعریف استدلال شرعی کی طرح مقید نہیں ،عصمت انبیاء قبل از نبوت کے بارے میں علماء کی دو رائے ہیں ایک گروہ نبوت سے قبل عصمت کا قائل ہے،جبکہ دوسرا طبقہ قبل از نبوت عصمت انبیاء کو ضروری نہیں سمجھتا۔

چنانچہ ذیل میں پہلے گروہ کے اقوال پیش کئے جارہے ہیں ۔

امام قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

قال القاضی ابو الفضل عیاض واما عصمتھم من ھذا الفن قبل النبوۃ فللناس فیہ خلاف،والصواب انھم معصومون من الجھل باللہ وصفاتہ والتشکک فی شی من ذالک وقد تعاضدت الاخبار والآثار بتنزیھھم عن ھذہ النقیصۃ منذ ولدوا ۔ونشأتھم علی التوحید والایمان بل علی اشراق انوار المعارف ونفحات الطاف السعادۃ ومن طالع سیرھم منذ صباھم الی مبعثھم حقق ذالک۔(۷۴)

تفسیر البحر المدید میں آیت: وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ (سورہ بقرہ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

وفیہ دلیل علی عصمۃ الانبیاء قبل البعثۃ ۔(۷۵)

اسی طرح تفسیر اضواء البیان کے مصنف نے لکھا ہے :

اماقبل البعثۃ ،فالعصمۃ من الکبائر ایضاً یجب الجزم بھا،لانہ ﷺ کان فی مقام التھیؤ للنبوۃ من صغرہ وقدشق صدرہ فی سن الرضاع واخرج منہ حظ الشیطان، ثم انہ لو کان قدوقع منہ شئی لاخذوہ علیہ حین عارضوہ فی دعوتہ،ولم یذ کرمن ذالک ولا شیئ فلم یبق الاالقول فی الصغائر ،فھی دائرۃ بین الجواز والمنع ،فان کانت جائزۃ ووقعت فلا تمس مقامہ ﷺ لوقوعھا قبل البعثۃ والتکلیف ۔(۷۶)

نبوت سے قبل عدم عصمت انبیاء کے قائلین میں سے علامہ آمدی نے لکھا ہے :

(العصمة) اما قبل النبوة فقد ذهب القاضی ابوبکر و اکثر اصحابنا و کثیر من المعتزلة الی انه لا یمتنع علیهم المعصیة کبیرة کانت او صغیرة۔ (۷۷)

نبوت سے پہلے عصمت کے بارے میں ابوبکر باقلانی، ہمارے اکثر اصحاب (شوافع) اور اکثریت معتزلہ کی رائے ہے کہ انبیاء سے گناہ صغیرہ وکبیرہ دونوں کا صدور محال نہیں۔ اگر عصمت انبیاء قبل از نبوت تسلیم کر لی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے افعال حجت شرعیہ ہیں، کیونکہ اعمال وواقعات کے حجت شرعی ہونے کا تعلق نبوت سے ہے، نہ معصومیت سے معصومیت کی ایک قسم اطفال ومجانین کو بھی حاصل ہوتی ہے: اعمال و اتقان نبوت سے قبل کو حجت شرعیہ تسلیم کرنا۔ آیت: رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ (سورۃ نساء، آیت ۱۶۵) کے خلاف ہے، علامہ زرکشی نے البحر المحیط فی اصول الفقہ میں لکھا ہے :

فلو کان له الحجة علیهم قبل البعثة لما قال انما ابعث الرسل لا قطع بها حجة۔ (۷۸)

یہاں یہ بات یقینی طور پر کی جاسکتی ہے کہ محمد ﷺ نے قبل از نبوت کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو فطرت سلیمہ اور عقل صحیح کے خلاف ہو۔ ابن قیم نے بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں تحریر کیا ہے :

وذهب العراقیون من مشائخنا الی ان الذبح محظور عقلاً لما فیه من ایلام الحیوان ولکن الشرع احله قال شمس الائمة السرخسی فی المبسوط وهذا عندی باطل لانه علیه الصلاة والسلام کان یتناول اللحم قبل البعثة ولا یظن به انه کان یاکل ذبائح المشرکین لذبحهم باسماء آلهتهم فعرفنا انه کان یصطاد ویذبح بنفسه وما کان یفعل ما هو المحظور عقلا کالکذب والظلم والسفه۔ (۷۹)

محمد ﷺ سے منسوب اعمال وواقعات قبل از نبوت کو حکم کے لحاظ سے درج ذیل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے :

(۱) وہ اعمال وواقعات جن کو شریعت نے ناجائز قرار دے دیا جیسے متبنیٰ بنایا مگر آیت: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ کے ذریعہ منع کر دیا گیا۔

(۲) وہ اعمال وواقعات جن کو شریعت نے جائز قرار دیا جیسے تجارت وزراعت وغیرہ۔

(۳) وہ اعمال وواقعات جن پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا کیونکہ وہ اعمال وواقعات عادات بشریہ واضطراریہ میں سے ہیں جیسے قبائلی معاشرت، صحرائی زندگی۔

(۴) وہ اعمال وواقعات جن کے بارے میں شریعت میں حلف وحرمت یا جواز وعدم جواز کا حکم منقول نہیں ہے جیسے

غارحراء میں غور وفکر کی عبادت اس کے بارے میں اباحت کا حکم لگایا جائے گا جیسے کہ صوفیاء نے اس سے مراقبہ پر استدلال کیا ہے۔

## حواشی ومراجع :


(۱۸) ابن ہشام،عبدالملک، المعافری، السیرۃ النبویہ، دارالجیل، بیروت،۱۴۱۱ھ، ج۱ص ۳۲۳۔

(۱۹) محمد فتح اللہ گولن، محمد نور سرمدی، بارمنی پبلی کیشنز، اسلام آباد، ۲۰۱۱ء، ج۱ص ۴۹۔

(۲۰) الصحیح البخاری، باب بدا الوحی۔

(۲۱) احمد بن حنبل، المسند، مصر دارالمعارف، ۱۹۳۶ء، ج۸ ص ۶۲۔

(۲۲) نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر، پیغمبر اعظم وآخر، فیروزسنز کراچی ص ۱۹۵۔ ۱۹۶۔

(۲۳) السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ، الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام تحقیق عمر عبدالسلام السلامی، داراحیاءالتراث العربی، ۱۴۲۱ھ، ج:۲،ص:۴۶۔

(۲۴) الفاکہی، ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن العباس، المکی، اخبار مکہ فی قدیم الدھر وحدیثہ تحقیق عبدالملک عبداللہ دھیش، دارحضر، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ج:۵،ص:۱۹۱۔

(۲۵) الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد الازدی المصری، شرح مشکل الآثار تحقیق شعیب الارنوؤط موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۱۵ء ۱۵۴/ ۳۲۱۔

(۲۶) البیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ تحقیق محمد عبدالقادر عطا، مکتبہ دارالباز مکۃ المکرمہ، ۱۴۱۴ھ، ج:۳،ص:۳۶۷۔

(۲۷) العسقلانی، ابن حجر احمد بن علی، تلخیص الحبیر فی احادیث الرافعی الکبیر تحقیق السید عبداللہ ہاشم الیمانی، مدینہ منورہ، ۱۳۸۴ھ، ج:۳،ص:۱۹۳۔

(۲۸) الفاکہی، ج۵ ص۱۹۱۔

(۲۹) ابن کثیر۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ، تحقیق علی شیری، داراحیاء تراث العربی، ۱۴۰۸ ج۲ ص۳۵۵۔

(۳۰) الشافعی محمد بن عمر بحرق الحضرمی محمد غسان نصوح عزقول، حدائق الانوار ومطالع الاسرار فی سیرۃ النبی المختار دارالحاوی، بیروت ۱۹۹۸ء ص ۱۱۶۔

(۳۱) القرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن تحقیق سمیر البخاری، دارعالم الکتب، الریاض ۱۴۲۳، ج۶ ص ۳۳۔

(۳۲) ایضاً، ج۱۰ ص۱۶۹۔

(۳۳) ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج۲ ص ۳۵۶

(۳۴) الفاکہی، ج۵ ص ۱۹۳۔ ۱۹۵۔

(۳۵) الشافعی، ابن الملقب ابوحفص عمر بن علی المصری، البدرالمنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعہ فی الشرح الکبیر، دارالہجرہ ۱۴۲۵ھ، ج۷، ص ۳۲۹۔

(۳۶) الشافعی، البدرالمنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعہ فی الشرح الکبیر، ج۷، ص ۳۲۹۔

(۳۷) الاندلسی، ابوالربیع سلیمان بن موسیٰ الکلاعی، الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثہ الخلفاء، تحقیق محمد کمال الدین عزالدین علی، عالم الکتب بیروت ۱۴۱۷ھ، ج۱ ص ۵۴۔

(۳۸) ایضاً، ج۱ ص۱۳۱۔

(۳۹) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت کراچی ص ۵۸۔
(۴۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۸ ص ۵۱۳۔
(۴۱) عمر فروخ، تاریخ الجاہلیہ، بیروت، دارالعلم ۱۹۲۴ء ص ۱۲۳، الروض الانف، حلف الفضول، ج:۱ص:۲۴۱
(۴۲) ابن قتیبہ، المعارف، قاہرہ دارالکتب، ۱۹۶۰ء ص ۶۰۴۔
(۴۳) ابن الجوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، مصر دارالکتب، ۱۹۶۶ء، ج ۱ص ۱۳۵۔
(۴۴) حسین بن محمد الحسن الدیار بکری، تاریخ الخمیس، المطبعہ العامرہ، ج ۱ص ۲۹۰۔
(۴۵) ایضاً۔
(۴۶) شبلی نعمانی، سیرت النبی، ج ۱ص ۱۱۵۔
(۴۷) سید امیر علی، روح اسلام، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ص ۸۷۔
(۴۸) کونسانس جیورجیو، نظرۃ جدیدۃ فی سیرۃ الرسول، بیروت، دارالعربیہ، ۱۹۸۳ء ص ۳۹۔
(۴۹) ایضاً ص ۴۰۔
(۵۰) ایضاً ص ۴۰۔
(۵۱) ایضاً۔
(۵۲) ابن حبیب بغدادی ص، ۳۴۲، نیز دیکھئے سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، ص ۷۳، مقالہ نگار ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، حلف الفضول کی عصری معنویت۔
(۵۳) سید امیر علی، روح اسلام ص ۸۷۔۸۸۔
(۵۴) رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۵۹۔
(۵۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دارصادر ج ۱ص ۱۲۸۔۱۲۹
(۵۶) عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۱۴۴۔
(۵۷) ابن الاثیر، الجزری، الکامل فی التاریخ، بیروت، دارالثقافہ، ۱۹۵۹ء، ج ۱/۷ص ۲۱۳۔
(۵۸) ابن حبیب بغدادی ص ۴۵۔
(۵۹) عبدالرحمن السہیلی، روض الانف، ج ۲ص ۷۲۔
(۶۰) ابن حبیب بغدادی، کتاب المنمق ص ۳۴۴۔
(۶۱) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱ص ۱۴۵۔
(۶۲) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج ۱ص ۱۲۸۔
(۶۳) روض الانف، ج ۱ص ۱۵۷۔
(۶۴) قاضی سلیمان منصوری پوری، رحمۃ للعالمین، ج ۱ص ۴۷۔
(۶۵) محمد سعود اللہ، حافظ، وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والے ص ۲۸۱۔
(۶۶) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۱ص ۴۱۶۔

(۶۷) ایضاً،ج ۲،ص ۱۹۔
(۶۸) ابن سید الناس محمد بن محمد بن محمد بن احمد،عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر،دار القلم،بیروت الطبعۃ الاولی،۱۴۱۴ھ،ج ا،ص ۶۶۔
(۶۹) ابن ہشام،السیرۃ النبویہ،ج ۳،ص ۱۹۔
(۷۰) ابو محمد عبد الرحیم بن الحسن،التمہید فی تخریج الفروع علی الاصول،تحقیق محمد حسن ھیتو موسسۃ الرسالہ،بیروت،۱۴۰۰ھ،ص ۴۸۷۔
(۷۱) ابن امیر الحاج محمد بن محمد،التقریر والتحریر فی علم الاصول،دار الفکر بیروت،۱۴۱۷ھ،ج ۲،ص ۴۱۱۔
(۷۲) الشوکانی محمد بن علی،ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول،تحقیق الشیخ احمد نمرو،دار الکتاب العربی،۱۴۱۹ھ،ج ۲،ص ۱۷۷۔۱۷۸۔
(۷۳) المقدسی،ابن قدامہ،روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ،موسسۃ الریان ۱۴۲۳ھ،ص ۳۰۴۔
(۷۴) القرطبی،ابو عبد اللہ محمد بن احمد،الجامع لاحکام القرآن،دار احیاء التراث،بیروت،۱۴۰۵ھ،ج ۱۶،ص ۵۵۔
(۷۵) الفاکہی،احمد بن محمد،ابن عجیبۃ الشاذلی،البحر المدید فی تفسیر القرآن المجید،تحقیق عبد اللہ قرشی،قاہرہ،ج ۱۹،ص ۱۶۲۔
(۷۶) محمد امین بن محمد المختار،اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن،الشنقیطی،دار الفکر بیروت،۱۴۱۵ھ،ج ۸،ص ۵۷۶۔
(۷۷) الآمدی،ابو الحسن علی بن محمد،الاحکام فی اصول الاحکام،تحقیق ڈاکٹر سید الجمیلی،دار الکتاب العربی،۱۴۰۴ھ،ج ا،ص ۲۲۴۔
(۷۸) الزرکشی،بدر الدین،البحر المحیط فی اصول الفقہ،تحقیق محمد نامر،دار الکتب العلمیہ،بیروت،۱۴۲۱ھ،ج ا،ص ۱۱۴۔
(۷۹) ابن قیم،زین الدین الحنفی،البحر الرائق شرح کنز الدقائق،دار المعرفۃ بیروت،۱۳۱۱ھ،ج ۸،ص ۱۹۱۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲


# ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec. 2018) لکھا رہے،اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec. 2018 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۱۸ء میں ختم ہوگئی ہے،آپ کے ذمہ ۲۰۱۹ء کا زر تعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں۔جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں ــــ تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : **1271488319**, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**

IFSC Code : **CBIN-0282779**

Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)

Tel : (0612) 2250238

ــــ سرکولیشن منیجر

دوسری قسط

# منزل جاناں پہ تو پہنچا بہ صد مشکل سہی
# (چند دن دیار حرم میں)

● وارث ریاضی ـــ کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

## مدینہ منورہ کا محل وقوع :

حضرت مولانا رابع ندوی مدظلہ رقم طراز ہیں :

”مدینہ منورہ، مکہ کے شمال میں چار سو پچپن (۴۵۵) کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس کی مغربی جانب ایک سو تیس (۱۳۰) میل کے فاصلے پر سمندر، اور علاقے کا مشہور بندرگاہ، ”ینبوع“ ہے، ”مدینہ منورہ“ مکہ اور شام کے درمیان راستے کے تقریباً وسط میں واقع ہے، اس کا طول البلد تقریباً وہی ہے جو مکہ مکرمہ کا ہے، یعنی ۳۹۱/۲ درجہ مشرقی، البتہ اس کا عرض البلد ۲۴/ درجہ شمالی ہے، جب کہ مکہ مکرمہ کا ۲۱/ درجہ شمالی ہے۔“ (۷)

مدینے کی زمین بہت ہی زرخیز اور سرسبز وشاداب ہے، پانی کا بہتر انتظام ہے، اس لیے یہاں کی زمین کھیتی باڑی کے لیے بہت موزوں ہے، مدینہ کے مختلف اطراف میں سرسبز وشاداب باغات ہیں، جن میں صرف کھجوریں سو (۱۰۰) قسم کی پائی جاتی ہیں، انگور، انار، سیب اور دوسرے پھل بہ کثرت پیدا ہوتے ہیں۔ آب وہوا صحت کے لیے مفید ہے، موسم گرمیوں میں گرم اور سردیوں میں سرد رہتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے مقابلے میں یہاں کم گرمی رہتی ہے، یہ شہر جنوب اور شمال میں دو پہاڑوں (جبل عیر اور جبل احد) اور مشرق ومغرب میں دو حروں (حرۂ شرقیہ اور حرۂ غربیہ) میں گھرا ہوا ہے۔ (۸)

مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ بھی قابل احترام شہر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

”ان ابراھیم حرم مکة ودعالھا و حرمت المدینة کما حرم ابراھیم مکة و دعوت لھا فی مدھا و صاعھا مثل مادعا ابراھیم لمکة“۔ (۹)

ترجمہ : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور اہل مکہ کے لیے برکت کی دعا کی، انہیں کی طرح میں نے مدینے کو حرام قرار دیا اور اس کے مد اور صاع میں برکت کی دعا دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تو اس کی حدود بھی تعیین فرمادی۔

## حدودِ حرم مدینہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے جنوب میں جبل عَیر اور شمال میں جبل ثور کے درمیانی علاقے کو حرم قرار دیتے ہوئے فرمایا :

"المدینة حرم مابین عیر و ثور، فمن احدث فیها او اٰویٰ محدثا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لایقبل الله منه یوم القیامة صرفا ولاعدلا"۔ (۱۰)

ترجمہ : عَیر اور ثَور کا درمیانی علاقہ حرم مدینہ ہے، جس نے مدینے میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعت کرنے والے کو پناہ دی، اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کی نفل عبادت قبول ہوگی نہ فرض عبادت۔

## جبل عیر :

یہ مدینہ منورہ کے جنوب میں واقع ہے، یہ جبل احد کے بعد مدینے کا سب سے بڑا پہاڑ ہے، یہ پہاڑ مسجد نبوی سے ۸،۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے، زمین سے اس کی اونچائی ۳۰۰ میٹر اور سطح سمندر سے ارکیلومیٹر ہے۔ جبل احد سے اس کی دوری ۱۵ ارکیلومیٹر ہے۔ (۱۱)

## جبل ثَور :

یہ سرخ رنگ کا گول پہاڑ ہے، جبل احد کے پیچھے شمال کی طرف واقع ہے، اس کے پیچھے جدہ جانے والا ائیر پورٹ ہے۔ (۱۲)

حرم مدینہ کی مشرقی اور مغربی حدود متعین کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"انی احرم مابین لابتی المدینة"۔ (۱۳)

ترجمہ : مدینہ کے دونوں لابوں کے درمیانی حصے کو میں حرم قرار دیتا ہوں۔

لابہ (۱۴) کے معنی آتے ہیں: سیاہ پتھروں والی زمین، یہاں لابہ سے مراد دو حرّے ہیں۔ حرہ کے معنی آتے ہیں: کالے پتھروں والی زمین جو جلی ہوئی دکھائی دے۔ (۱۵)

لابہ اور حرہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ درج بالا حدیث میں دو لابوں سے مراد مدینے کے دو حرے ہیں: حرۂ شرقیہ اور حرۂ غربیہ۔

**(۱) حرۂ شرقیہ :**

یہ حرہ پرانی عمارتوں کے لحاظ سے پانچ حلقوں پر منقسم ہے، جن میں بنی نضیر، بنی قریظہ، بنی ظفر، بنی عبدالاشہل کے مکانات تھے، یہیں قلعۂ واقم بھی تھا، واقم ہی کا موجودہ نام حرۂ شرقیہ ہے۔ یہ بقیع غرقد کے مشرق میں دو سو میٹر سے لے کر ایک سو بیس میل کے رقبے پر محیط ہے۔ مشرق میں ''حرم مدینہ'' یہیں سے شروع ہوتا ہے۔(۱۶)

**(۲) حرۂ غربیہ :**

جانب مغرب میں یہ حرہ، حرم مدینہ کی آخری حد ہے، یہ حرہ جنوب میں حرہ بیاضیہ سے شروع ہو کر شمال میں قبلتین کے پاس، بنوسلمہ کے محلے میں جا کر ختم ہوتا ہے، اس حرے کے حلقے میں مسجد قبلتین، حضرت عروہ بن زبیرؓ کا قلعہ، ان کے کنویں، کھیتیاں اور باغات ہیں، یہیں قُبا کا بلند و بالا قلعہ بھی ہے، اس کا پرانا نام حرۂ وابرتھا۔(۱۷)

درج بالا دونوں احادیث کے پیش نظر جنوب میں جبل عیر اور شمال میں جبل ثور اور مشرق میں حرہ شرقیہ اور مغرب میں حرہ غربیہ کا درمیانی ''قطعۂ ارض'' حرم مدینہ ہے۔ عیر اور ثور کا درمیانی فاصلہ ۱۵ر کیلومیٹر ہے اور حرۂ شرقیہ اور غربیہ کا درمیانی فاصلہ ۱۹،۲ کیلومیٹر ہے۔

حرم مکہ کی طرح حرم مدینہ کی حرمت کا پاس ولحاظ کرنا بھی ضروری ہے، حرم مدینہ کے درختوں کو نہ اکھیڑا جائے اور نہ وہاں کے جانوروں کا شکار کیا جائے، وہاں کے جانوروں کو چرتے ہوئے دیکھ کر نہ بھگایا جائے، فرق یہ ہے کہ حرم مکہ کی پامالی پر جرمانہ مقرر ہے، جب کہ حرمت مدینہ کی پامالی پر سخت گناہ ہے، کوئی جرمانہ مقرر نہیں ہے۔(۱۸)

مدینے کا ذکر جمیل آیا ہے تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔

ریاض انس بلڈنگ (جس میں میرا قیام تھا) سے مسجد نبوی تقریباً ۴۰۰ر میٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں تک جانے میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگتے ہیں۔ ۱۱ر ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ (۵ر اگست ۲۰۱۷ء) کو صبح سویرے اٹھ کر مسجد نبوی میں حاضر ہوا، صبح کی شبنمی فضاؤں میں مؤذن کی دل نواز صداؤں سے مسجد کے بام و در گونج رہے تھے، فجر کی نماز سے فراغت کے بعد یاران زیارت کے شدید ہجوم کے باعث میرے لیے مواجہہ شریف تک تو رسائی دشوار تھی لیکن کچھ دور ہی سے گنبد خضراء کا حسین اور پر کیف منظر دیکھ کر آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا، پورے جسم میں انبساط کی لہر دوڑ گئی، مسجد نبوی جس کی زیارت کے لیے میری چشم آرزو زمانے سے ترس رہی تھی، وہاں پہنچ کر ایسا محسوس ہوا کہ وطن عزیز سے دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ہی جست میں پہنچ گیا ہوں، بلا ساختہ فیضی (۱۵۴۷ء-۱۵۹۵ء) کا درج ذیل شعر زبان پر مچلنے لگا :

فیضی عجب توئی کہ بہ ہنگام آرزو!! ۞ طی کردہ راہِ عشق بہ منزل نشستہ ای

ترجمہ : فیضی تو بھی عجیب عاشق ہے کہ ارادہ کرتے ہی راہ عشق طے کرلی اور منزل حبیب پر پہنچ گیا۔

## مسجد نبوی :

مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور اپنے ننھیالی قرابت داری بنی نجار کے ایک قطعہ ارض پر پہنچے تو وہاں آپ کی اونٹنی خود بہ خود بیٹھ گئی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے نہیں اترے تو قدرے توقف کے بعد اونٹنی اٹھی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی، یہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے نہیں اترے تو اونٹنی اٹھی اور پہلی جگہ پر آکے بیٹھ گئی، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے اتر گئے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے گھر تشریف لے گئے اور قیام فرمایا۔(۱۹)

وہ قطعۂ ارض جہاں اونٹنی پہلی بار بیٹھی وہ دو یتیم بچوں کا تھا، جن کا نام سہل اور سہیل تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچوں سے وہ قطعۂ ارض خرید لیا اور اسی مقام پر مسجد نبوی بنوائی۔ اسی کا نام ''مسجد نبوی'' ہے۔(۲۰)

اس سلسلے میں مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (۱۸۹۹ء-۱۹۷۴ء) نے ایک دل چسپ واقعہ لکھا ہے :

''یمن کا بادشاہ اسعد ابوکرب تبع چار سو علمائے توریت کے ساتھ یثرب سے گزر رہا تھا تو وہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دارالہجرت کی کچھ علامتیں دیکھ کر ان علمائے توریت نے بادشاہ سے گزارش کی کہ ہمیں اسی خطۂ ارض پر سکونت اختیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ بادشاہ نے اس کا سبب دریافت کیا تو ان عالموں نے بتایا :

''ہم نے انبیا علیہم السلام کے صحیفوں میں پڑھا ہے کہ آخری زمانے میں ایک نبی پیدا ہوں گے جن کا نام ''محمد'' ہوگا اور یہ خطۂ ارض ان کا دارالہجرت ہوگا۔''

شاہ یمن نے ان علماء کو وہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی، ہر ایک کے لیے علاحدہ علاحدہ مکان تیار کرا دیا، سب کے نکاح کرا دیئے اور انہیں وافر مقدار میں مال بھی دے دیا، اور ایک خاص مکان نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے بنوایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے یثرب آئیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں۔

شاہ یمن نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تین اشعار پر مشتمل ایک خط لکھا، جس کا مضمون حسب ذیل تھا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا رسول برحق ہیں، اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو ان کا معین و مددگار رہوں گا، ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل کا ہر غم دور کروں گا''۔

شاہ تبع نے اس خط پر اپنی مہر لگا دی اور اسے ایک عالم کے حوالہ کر دیا اور اسے یہ وصیت کر دی کہ اگر نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ اسے ملے تو یہ خط ان کے سپرد کر دے، بہ صورت دیگر یہ خط اپنی اولاد کے حوالہ کر دے اور یہی وصیت ان کو بھی کر دے جو وصیت میں کر رہا ہوں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اسی عالم کی اولاد سے ہیں، جس کو شاہ تبع نے اپنا خط بنام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

دیا تھا اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جس مکان میں سکونت پذیر تھے، وہ وہی مکان تھا جس کو شاہ تبع نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تیار کرایا تھا، چنانچہ اونٹنی اسی مکان کے دروازے پر جا کے ٹھہری اور بقیہ انصار انہیں چارسو علمائے توریت کی اولاد سے ہیں۔ اسی بنیاد پر زین الدین مراغیؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی مکان میں قیام فرمایا تو یہ بجا ہوگا، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا اس مکان میں قیام محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار میں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے شاہ تبع کا خط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)''۔ (۲۱)

بہ ہر صورت دنیا کی یہ خوب صورت ترین، پرشکوہ اور عالی شان مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً مدینہ منورہ کے بیچ میں واقع ہے، مسجد کے مشرقی اور جنوبی کنارے پر ''حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا'' ہے، جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آسودۂ لحد ہیں، اس کو ''روضۂ اطہر'' کہا جاتا ہے، روضۂ اطہر کی دائیں جانب مسجد کا منبر ہے، مسجد اور منبر کے درمیانی حصے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''روضة من ریاض الجنة'' (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) قرار دیا ہے۔

ہجرت کے پہلے سال جب مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی تو اس کی بنیادیں تین ہاتھ گہری تھیں، دیواریں کچی اینٹوں کی تھیں، دیواروں کی بلندی قد آدم سے کچھ زیادہ تھی، مسجد کی لمبائی سو (۱۰۰) گز سے کچھ کم اور چوڑائی بھی تقریباً اتنی ہی تھی، کھجور کے تنوں کے ستون لگائے گئے تھے اور کھجور کی شاخوں اور پتوں سے مسجد کی چھت پاٹی گئی تھی، بارش ہونے پر جب چھت ٹپکنے لگی تو چھت کو گاروں سے لیپ دیا گیا۔ (۲۲)

نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے لگی تو سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ ذات خود مسجد کی توسیع کرائی، اس توسیع میں مسجد کا رقبہ ۵۰x۵۰ ہوگیا اور چھت ۵، ۳ میٹر بلند ہوگئی۔

توسیع نبوی (۷ھ) کے بعد سے اب تک آٹھ بار مختلف انداز سے مسجد نبوی کی توسیع کی جاچکی ہے۔ (۲۳)

آٹھویں توسیع سعودی فرماں روا سلطان فہد کے حکم سے ۱۴۱۴ھ (۱۹۹۳ء) میں ہوئی۔ مسجد نبوی کی تاریخ میں یہ سب سے بڑی توسیع ہے، اس توسیع میں مسجد کا رقبہ ۸۲۰۰۰ مربع میٹر ہوگیا ہے۔ اس توسیع کے بعد مسجد اور صحن مسجد میں ۵۳۵,۰۰۰ نمازیوں کی گنجائش ہوگئی ہے۔ (۲۴)

اسلام میں مسجد حرام کے بعد دوسرے درجہ پر مسجد نبوی ہے، اس مسجد میں ایک نماز کا اجر ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''صلاة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام''۔ (۲۵)

ترجمہ : میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔

مسجد نبوی میں بلاناغہ چالیس اوقات کی نمازیں پڑھنے کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"من صلی فی مسجدی اربعین صلاۃ لایفوته صلاۃ کتبت له براءۃ من النار و نجاۃ من العذاب و بری من النفاق"۔ (۲۶)

ترجمہ : جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے گا جن میں سے ایک نماز بھی نہ چھوٹے تو اس کے لیے جہنم کی آگ سے برأت، عذاب الٰہی سے نجات اور نفاق کے فتنے سے حفاظت کی بشارت ہے۔

چنانچہ اسی حدیث کے پیش نظر عازمین حج اور زائرین کو عموماً آٹھ دنوں تک مدینے میں قیام کی اجازت ہوتی ہے تاکہ ہر زائر مسلسل چالیس نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرلے، اس لیے ہر زائر کو اہتمام کے ساتھ مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، تاکہ حدیث شریف میں بیان کی گئی فضیلت سے وہ محروم نہ ہوسکے۔

ناچیز پابندی سے مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا رہا لیکن ایک دن اچانک طبیعت زیادہ خراب ہوجانے کی وجہ سے نماز ظہر کی جماعت چھوٹ گئی، لیکن جس روز مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہونا تھا اس روز فجر کی نماز، جماعت کے ساتھ مل گئی، اس طرح ناچیز کو بھی مسجد نبوی میں چالیس نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوگئی۔امید ہے کہ خدائے رحیم ناچیز گناہ گار کو بھی مسلسل چالیس نمازیں پڑھنے والوں کی صف میں شمار کرکے ثواب سے محروم نہیں کرے گا۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم ۞ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

—(شیخ سعدی)

ترجمہ : میں نے سنا ہے کہ امید وخوف (یعنی قیامت) کے دن اللہ تعالیٰ اپنے گناہ گار بندوں کو بھی، اپنے نیک بندوں کے طفیل میں بخش دے گا۔

## حجرۂ نبوی :

اوپر کی سطور میں یہ بات معلوم ہوچکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آرام فرما ہیں۔ یہ حجرہ دراصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات اسی حجرے میں ہوئی۔چوں کہ انبیاء علیہم السلام جہاں انتقال فرماتے ہیں، اسی مقام پر ان کی تدفین عمل میں آتی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی حجرے میں تدفین ہوئی، اسی حجرے کو حجرۂ نبوی کہا جاتا ہے، یہ حجرہ مسجد نبوی کے مشرقی اور جنوبی پہلو پر ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۵۷۳ء-۶۳۴ء) کی وفات ہوئی تو ان کی وصیت کے مطابق ان کی تدفین حجرۂ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے انہوں نے اپنے صاحب زادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اور فرمایا کہ ان سے میرا اسلام کہنا اور پھر میری طرف سے گزارش کرنا کہ ام المومنین مجھے اپنے ساتھیوں کے قریب دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام سنا تو فرمایا :

''یہ جگہ تو میں اپنے لیے رکھی ہوئی تھی، لیکن آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے فرمایا :

''اس پڑوس سے بہتر میرے لیے اور کوئی چیز نہیں۔'' (۲۷)

حجرۂ نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس جگہ کو اپنی تدفین کے لیے پسند نہیں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا محرم نہیں تھے، دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات معلوم تھی کہ اس خالی جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے :

قال: مکتوب فی التوراۃ صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و عیسیٰ بن مریم یدفن معہ..." (۲۸)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کی گئی ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس دفن کیا جائے گا۔

چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو دیگر امہات المومنین کے ساتھ جنت البقیع میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

حجرہ شریفہ کا جغرافیہ بیان کرتے ہوئے حضرت مولانا رابع ندوی مدظلہ رقم طراز ہیں :

''حجرۂ نبوی کی لمبائی ۵.۵۳ فٹ اور چوڑائی ۵۰ رفٹ ہے اور اس کے اوپر چار گنبد ہیں، جن پر ایک سبز گنبد بنا ہوا ہے، جو پوری مسجد نبوی کے اوپر سب سے ممتاز اور نمایاں گنبد معلوم ہوتا ہے، حجرہ شریف کی سب سے پہلی تعمیر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کروائی تھی، بعد میں بعض دشمنوں سے اس کا خطرہ ہوا تھا کہ وہ سرنگ کر کے قبر مبارک تک پہنچنے کی کوشش کریں گے، لہٰذا قبر شریف کے چاروں جانب گہرائی تک سیسے کی دیواریں گلادی گئی ہیں، حجرہ شریف کے چار دروازے ہیں جو احتیاط کے طور پر مقفل رکھے جاتے ہیں، مغرب میں باب الوفود، جنوب میں باب التوبہ (یہ قبلہ رخ ہے، اسی کے سامنے کھڑے ہو کر سلام عرض کیا جاتا ہے)، شمال میں باب فاطمہ، مشرق میں باب التہجد۔'' (۲۹)

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علمائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے ملا ہوا ہے، وہ روئے زمین کی تمام جگہوں سے افضل ہے۔

علاء الدین حصکفیؒ (ولادت: ۱۰۲۱ء یا ۱۰۲۵ء، وفات: ۱۰۸۸ء) لکھتے ہیں :

"ماضم اعضائه علیه الصلوٰة والسلام فانه افضل مطلقا، حتی من الکعبة والعرش والکرسی"۔ (۳۰)

ترجمہ : زمین کا وہ حصہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء (یعنی جسد اطہر) سے ملا ہوا ہے وہ ہر حال میں روئے زمین کی تمام جگہوں سے افضل ہے، یہاں تک کہ وہ قطعہ ارض کعبہ، عرش اور کرسی سے بھی افضل ہے۔

علامہ ابن عابدین (۱۱۵۸ء-۱۲۵۲ء) لکھتے ہیں :

"فماضم اعضائه الشریفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع"۔ (۳۱)

ترجمہ : علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضائے شریفہ (جسم اطہر) سے ملا ہوا ہے وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

بہر حال روضۂ اطہر کی زیارت کرنا مسنون ہے، بلکہ بعض فقہا کے نزدیک مالی استطاعت کی صورت میں واجب ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ (۷۹۱ء-۸۶۱ء) ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں "المقصد الثالث فی زیارة قبر النبی صلی الله علیه وسلم" کے زیر عنوان رقم طراز ہیں:

"قال مشائخنا رحمهم الله تعالی: من افضل المندوبات و فی مناسك الفارسی و شرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له سعة۔" (۳۲)

ترجمہ : ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرنا تمام مندوبات میں افضل ہے، اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ جس شخص کے اندر استطاعت ہو اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کرنا وجوب کے درجے میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"من زار قبری وجبت له شفاعتی"۔ (۲۳)

ترجمہ : جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

موسم حج میں عموماً روضۂ اطہر کے زائرین، آداب زیارت سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریف تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، ہجوم شوق میں انہیں اس بات کا قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ دوسرے کم زور زائرین کو اذیت دے کر روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنا، شیوۂ عقیدت مندی ہے، نہ کار ثواب،

روضۂ اقدس کے آس پاس سعودی حکومت کے اہل کار شاید اپنے مزاج کی نرمی (جو اہل مدینہ کا خاصہ ہے) کے باعث شدید ہجوم پر قابو پانے اور اس میں نظم وضبط پیدا کرنے کے لیے سختی سے پیش نہیں آتے، ورنہ حکمت عملی سے کام لیا جائے تو بے لگام بھیڑ پر قابو پایا جاسکتا ہے، اگر زائرین کو چند قطاروں میں سلیقے سے کھڑا کر دیا جائے اور باری باری سے آہستہ آہستہ انہیں روضۂ اطہر کی طرف بڑھنے دیا جائے تو بڑی حد تک نظم وضبط کی صورت پیدا کی جاسکتی ہے۔

ناچیز جب بھی ذرا ہمت کر کے روضۂ اطہر پر حاضر ہونا چاہا، سخت بھیڑ میں لرزاں، ترساں، دھکا کھاتا ہوا بہ دقت تمام کسی طرح مواجہہ شریف تک پہنچا، اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقان گرامی قدر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خدمات میں سلام عقیدت نذر کرنے کا شرف حاصل کیا۔

کاش روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے وقت یاران زیارت کی ہمت شکن بھیڑ میں ناچیز کا تارِ رگ جاں ٹوٹ جاتا، اور اگر اپنے بس میں ہوتا تو فرط عقیدت اور ہجوم شوق میں اپنی جان ناتواں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دیتا:

چلوں میں جانِ حزیں کو نثار کر ڈالوں ۞ نہ دیں جو اہل شریعت جبیں کو اذنِ سجود

—(حضرت اصغر گونڈوی مرحوم)

## روضۂ جنت:

پہلے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مسجد نبوی میں قبلے کی طرف دالانوں میں بائیں طرف حجرۂ نبوی ہے اور حجرے کی دائیں جانب مسجد کا منبر ہے اور حجرۂ شریف اور منبر کا درمیانی حصہ ''روضۂ جنت'' ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔'' (۳۴)

ترجمہ: میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

''روضة من ریاض الجنة'' کا یا تو یہ مفہوم ہے کہ قیامت کے دن اس جگہ کو جنت میں منتقل کر دیا جائے گا، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے روضۂ جنت میں عبادت کی اس کو قیامت کے دن جنت میں ایک باغ دیا جائے گا، یا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ جگہ جنت کے ایک باغیچے کے عین نیچے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو حجرے تھے جو مسجد نبوی کے جنوب مشرق اور شمال مشرق میں پھیلے ہوئے تھے، درج بالا حدیث میں ''بیتی'' سے صرف ایک حجرہ یعنی حجرۂ عائشہؓ مراد ہے۔

علامہ بدرالدین عینی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''... ان المراد بقوله بیتی احد بیوته لا کلها وهو بیت عائشة الذی دفن صلی الله علیه وسلم فیه فصار قبره''۔ (۳۵)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''بیتی'' سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر نہیں، بلکہ ایک گھر مراد ہے اور وہ بیت عائشہ ہے، جس میں آپ کی قبر مبارک ہے۔

ابن عساکر کی ایک روایت ہے :

''مابین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ''۔ (۳۶)

ترجمہ : میری قبر اور منبر کا درمیانی حصہ روضۂ جنت ہے۔

ہر چند کہ ''مابین بیتی و منبری'' والی حدیث کو اکثر رجال نے روایت کی ہے۔ پھر بھی دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، چوں کہ ''قبر مبارک'' حجرۂ عائشہ میں ہے، اس طرح قبر شریف ''جز'' ہے، حجرۂ عائشہ کا، اور مجاز مرسل میں کبھی ''جز'' بول کر ''کل'' مراد لی جاتی ہے، لہٰذا درج بالا احادیث میں ''بیتی'' اور ''قبری'' سے ایک ہی جگہ مراد ہے اور وہ ہے حجرۂ عائشہؓ، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف ہے۔

روضۂ جنت کی پچھم سے پورب کی طرف لمبائی ۷۳ فٹ اور چوڑائی ۵۰ فٹ ہے، اسی احاطے میں وہ جگہیں ہیں جن میں اسطوانۂ عائشہ، اسطوانۂ حنانہ اور اسطوانۂ ابی لبابہ وغیرہ ہیں، اور اسی میں محراب نبوی شریف ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت فرماتے تھے۔ (۳۷)

آستانۂ نبوت پر تو کئی بار حاضری کا موقع ملا، اگر چہ بہ دقت تمام سہی، لیکن روضۂ جنت میں ایک ہی بار رسائی ہوسکی، اگر جناب نور عالم صاحب (چیئرمین کٹھری پبلک اسکول کٹھری، ساٹھی، مغربی چمپارن، بہار) اور ان کے ادارے کے معلم مولانا محمد سلمان ندوی صاحب کا مضبوط سہارا اور مخلصانہ تعاون حاصل نہیں ہوتا، تو ناچیز کا روضۂ جنت تک پہنچنا دشوار تھا۔

روضۂ اطہر کی طرح روضۂ جنت تک جانے میں بھی تکلیف دہ اور زہرہ گداز بھیڑ کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا متحمل ناچیز جیسا ضعیف و ناتواں نہیں ہوسکتا۔ روضۂ جنت میں تقریباً تین سو آدمیوں کی گنجائش ہے، اس لیے بھی روضۂ جنت کے آس پاس زیادہ بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔

ناچیز نے روضۂ جنت میں بہ مشکل پانچ سات منٹ میں بیٹھے بیٹھے دو دو رکعت کی نیت سے چار رکعت نماز پڑھی، پھر دعا کی اور مسجد نبوی میں آگیا۔ افراتفری اور آشفتہ خاطری میں ذکر و عبادت میں بھی لطف نہیں آتا۔

آشفتہ خاطری وہ بلا ہے کہ شیفتہ ۞ طاعت میں مزا ہے نہ کچھ لذت گناہ

—(مصطفیٰ خاں شیفتہ)

ذکر و عبادت کے لیے بھی یک سوئی اور سکون و اطمینان کا ماحول موزوں ہے۔

—(جاری)

## مآخذاور حواشی :

(۷) مولاناسید محمد رابع ندوی جزیزۃ العرب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو ص:۲۳۹۔
(۸) حوالہ بالاص:۲۴۱-۲۴۰۔
(۹) غالی محمد الامین الشنقیطی، تاریخ مدینہ منورہ، دارالاشاعت مصطفائی دہلی ص:۳۶، بہ حوالہ صحیح البخاری کتاب البیوع حدیث نمبر:۲۱۲۹، صحیح مسلم کتاب الحج حدیث نمبر:۱۳۶۰۔
(۱۰) ڈاکٹر محمد الیاس عبدالنبی تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص:۸، بہ حوالہ صحیح مسلم رقم الحدیث:۱۳۷۰۔
(۱۱) حوالہ بالاص:۱۰۔
(۱۲) حوالہ بالاص:۱۲۔
(۱۳) حوالہ بالاص:۸، بہ حوالہ صحیح مسلم، رقم الحدیث:۱۳۶۶۔
(۱۴) مولاناوحید الزماں قاسمی کیرانوی القاموس الوحید، کتب خانہ حسینیہ دیوبند، ص:۱۵۰۵۔
(۱۵) ایضاً جلداول، ص:۳۲۶۔
(۱۶) ڈاکٹر محمد الیاس عبدالنبی تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص:۱۰۔
(۱۷) حوالہ بالاص:۱۰۔
(۱۸) غالی محمد الامین الشنقیطی، تاریخ مدینہ منورہ، دارالاشاعت مصطفائی دہلی ص:۳۷-۳۶۔
(۱۹) مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰ، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند:۱/۴۲۳۔
(۲۰) حوالہ بالاص:۴۴۰۔
(۲۱) حوالہ بالاص:۴۲۶-۴۲۴۔
(۲۲) حوالہ بالاص:۴۴۳-۴۴۲۔
(۲۳) ڈاکٹر محمد الیاس عبدالنبی تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص:۲۶۔
(۲۴) حوالہ بالاص:۲۶۔
(۲۵) …………
(۲۶) مفتی شبیر احمد قاسمی انوار المناسک مکتبہ صوت القرآن دیوبند، ص:۷۲، بہ حوالہ مسند امام احمد بن حنبل:۲/۵۵، حدیث نمبر:۱۲۶۱۱۔
(۲۷) ڈاکٹر محمد الیاس عبدالنبی تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص:۳۸۔
(۲۸) حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ترجمان السنۃ ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی:۳/۵۹۳، حدیث نمبر:۱۲۷۸، بہ حوالہ درمنثور:۲/۲۴۵۔
(۲۹) مولاناسید رابع ندوی، جزیرۃ العرب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ص:۲۴۹۔
(۳۰) علامہ ابن عابدین شامی مکتبہ زکریا دیوبند:۴/۴۳۔
(۳۱) حوالہ بالاص:۵۳۔

(۳۲) علامہ ابن ہمام فتح القدیر زکریا بک ڈپو دیوبند: ۱۶۷/۳۔
(۳۳) مفتی شبیر احمد قاسمی انوار المناسک ،مکتبہ صوت القرآن دیوبند ص: ۶۵۴ ،بہ حوالہ شعب الایمان : ۴۹/۳،حدیث نمبر :۴۱۵۹۔
(۳۴) ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی تاریخ المدینۃ المنورۃ مطابع الرشید المدینۃ المنورۃ ص: ۳۲ ،بہ حوالہ صحیح البخاری رقم الحدیث :۱۸۸۸۱
(۳۵) علامہ بدر الدین عینی ،عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری زکریا بک ڈپو جلد: ۹۹۶/۷۔
(۳۶) حوالہ بالا ص: ۹۹۵۔
(۳۷) مولانا سید محمد رابع ندوی جزیرۃ العرب مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو ص: ۲۴۸۔ ۲۴۷۔

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

شرح اشتہار

## سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ’’المجیب‘‘ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان —— ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو کی غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے —— اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں —— اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| پشت سرورق | مکمل صفحہ | 8,000/- | نصف صفحہ | 4,000/- | چوتھائی صفحہ | 2,000/- |
| اندرون سرورق | مکمل صفحہ | 7,000/- | نصف صفحہ | 3,500/- | چوتھائی صفحہ | 1,750/- |

سادہ اشتہار

| | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|
| اندرون مجلہ | مکمل صفحہ | 5,000/- | نصف صفحہ | 2,500/- | چوتھائی صفحہ | 1,250/- |

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تا کہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARUL ESHA'AT" تحریر کریں۔

# علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کی ایک مناجات اور اس پر دو تضمینیں

● محمد حارث ریان — استھانواں، بہار شریف، نالندہ

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ شاعر کی حیثیت سے بھی متعارف ہیں لیکن اس کی حیثیت ان کے یہاں ثانوی ہے، اگر وہ، اس کی طرف توجہ کرتے تو اس میں بھی اپنی انفرادیت کا لوہا منوالیتے، لیکن انہوں نے بہت کم اشعار کہے ہیں، ان کا مجموعہ کلام ’’ارمغان سلیمان‘‘ کے نام سے ان کے خلیفہ مولانا غلام محمد صاحب حیدرآبادی نے بہت پہلے مرتب کر کے شائع کر دیا تھا، اس میں سید صاحب نے اپنے آخری دور کے کلام کے مجموعہ کو ’’غزل الغزلات‘‘ سے معنون کیا تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام کے لاہوتی نغموں کے مجموعہ کا نام تھا، سید صاحب اسے اپنا روحانی سفرنامہ کہا کرتے تھے، اس میں مناجات، اور محبت شیخ میں کہی ہوئی نظمیں اور غزلیں ہیں، انہوں نے کوچۂ تصوف کا رخ کرنے کے بعد سے لے کر اپنے شیخ حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ کی وفات تک اور وفات شیخ پر جو نظمیں اور مرثیے کہے وہ سب اس میں شامل ہیں، اور یہی دس سالہ دوران کی شاعری کا اہم دور ہے، جس میں انہوں نے کثرت سے اشعار کہے ہیں، انہوں نے اسی دور میں کہا تھا :

فیض ہے یہ کس ولی وقت کا ۞ اب مرا جو شعر ہے الہام ہے

ان کی ایک مناجات کے یہ دو شعر بہت مشہور ہیں :

اف رے دریائے معاصی کی تلاطم خیزی ۞ وہ سفینہ جو کرے پار کہاں سے لاؤں

ٹوٹ ہی جاتی ہے ہر موسم گل میں توبہ ۞ جو نہ ٹوٹے مرے غفار کہاں سے لاؤں

اس مناجات کے علاوہ انہوں نے یہ مناجات بھی کہی، جو بہت مشہور و مقبول ہوئی اور اس پر تضمینیں کہی گئیں، سید صاحب کی یہ دونوں مناجاتیں بہت مشہور ہیں اگرچہ ان کے مجموعہ کلام میں اور بھی مناجاتیں ہیں، ان کی اس مناجات کی

دو تضمینیں راقم کے علم میں آئیں تو خیال آیا کہ یہ مناجات دونوں تضمینوں کے ساتھ قارئین المجیب کی خدمت میں پہنچاؤں، کہ ان دونوں میں سے ایک اسی خانقاہ مجیبیہ کے فرزند رشید حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی علیہ الرحمۃ کے قلم سے ہے، اور خود المجیب ہی کے مولانا عبداللہ عباس ندوی نمبر کے ذریعہ راقم کے علم میں آئی، مولانا علیہ الرحمۃ کو ندوۃ العلماء اور عظیم آباد دونوں حیثیت سے ایک نسبت حاصل ہے، اور خاندانی مراسم بھی ہیں، دوسری تضمین بھی انہی کے معاصر اور سید صاحب کے شہر بہار شریف کے ممتاز عالم و محقق مولانا ابومحفوظ الکریم معصومی سابق پروفیسر علوم اسلامیہ مدرسہ عالمیہ کلکتہ کے قلم سے ہے جو اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں پر پوری قدرت رکھتے تھے، اور ان تینوں زبانوں میں ان کے اشعار اور نگارشات موجود ہیں، نیز انگریزی میں بھی ان کی تحریریں شائع ہوئی ہیں، انہوں نے عالم عربی سے اپنی تحقیقی عظمت تسلیم کرائی ہے، دونوں تضمینوں میں ادبی و فنی حیثیت سے کون فائق ہے اس کا فیصلہ ارباب نقد و ادب کا کام ہے۔

## مناجات سید صاحبؒ :

صدق احساس کی دولت میرے مولا دے دے ۞ غم امروز بھلا دے غم فردا دے دے
دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی ۞ دل دیوانہ وسودائی وشیدا دے دے
اپنے مے خانہ سے اور دست کرم سے اپنے ۞ دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر و مینا دے دے
کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در ۞ دل دانا، دل بینا دل شنوا دے دے
قول میں رنگ عمل بھر کے بنا دے رنگیں ۞ لب خاموش بنا کر دل گویا دے دے
دل بیتاب ملے دیدۂ پر آب ملے ۞ تپ آتش مجھے دے دے نم دریا دے دے

درد سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دے دے

## تضمین حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ :

اپنے سائل کو کوئی بھیک تو آقا دے دے ۞ دل ہے بے حس اسے جینے کا سہارا دیدے
مانگنے کا جو سلیقہ ہے خدایا دے دے ۞ صدق احساس کی دولت میرے مولا دیدے

غم امروز بھلا دے غم فردا دے دے

فکر اتنی ہو بلند دیکھ لوں اپنی پستی ۞ ہم کہاں اور کہاں عشق کی جذب و مستی
کر دے آباد کہ ویران ہے دل کی بستی ۞ دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی

دل دیوانہ وسودائی وشیدا دے دے

نفس کے ہاتھوں اور جور وستم سے اپنے ۞ دل گرفتہ ہوں بہت محرومیٔ غم سے اپنے
لکھنے والے مری تقدیر قلم سے اپنے ۞ اپنے مے خانہ سے اور دست کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر ومینا دے دے

کبر واوہام سے بھرپور ہے یہ کاسۂ سر ۞ باہمہ موئے سفید اور بایں دامن تر
طالب رحم ہے مولا ترا یہ خاک بسر ۞ کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در
دل دانا دل بینا دل شنوا دے دے

قلب پاکیزہ ملے اور نگاہ حق بیں ۞ نور عرفاں سے منور ہے یہ خاک جبیں
عزم کو کردے قوی دل کو بنادے غمگیں ۞ قول میں رنگ عمل بھر کے بنادے رنگیں
لب خاموش بنا کر دل گویا دے دے

اسوۂ پاک ملے سنت اصحاب ملے ۞ جلوۂ صبح سعادت کا کوئی خواب ملے
زندگی دل کو جو بخشے وہ مئے ناب ملے ۞ دل بیتاب ملے دیدۂ پر آب ملے
تپ آتش مجھے دے دے نم دریا دیدے

نخل امید مرا بے برگ وثمر جاتا ہے ۞ دل خزاں دیدہ ومحروم اثر جاتا ہے
فکر آوارہ کا ہر تار بکھر جاتا ہے ۞ درد سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدا یا دے دے

## تخمیس مناجات سلیمانی ــــ مولانا ابو محفوظ الکریم معصومیؒ :

(حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ کی ایک مناجات تذکرہ سلیمان کے فاضل مصنف نے ص ۲۱ پر درج کی ہے، راقم نے اس کی تخمیس بہ طرز ذیل کی ہے ــــ معصومی، معارف، جولائی ۱۹۹۹ء)

میرے مولیٰ! دل احسان شناسا دیدے ۞ موج زمزم میں ڈھلی روح سراپا دیدے
روح قرآں میں بسی زندہ تمنا دیدے ۞ صدق احساس کی دولت مرے مولا دیدے
غم امروز بھلا دے غم فردا دیدے

میری ہستی ہے گناہوں سے رہین پستی ۞ عفو فرما مری ہر معصیت وسرمستی
لطف سے تیرے ہو سرسبز یہ اُجڑی بستی ۞ دھن کچھ ایسی ہو فراموش ہو اپنی ہستی
دل دیوانہ وسودائی وشیدا دیدے

بھر دے تاریک فضا نو راتم سے اپنے ۞ درس قرآن پڑھا لوح وقلم سے اپنے
راہ سنت پہ چلا فضل ونعم سے اپنے ۞ اپنے میخانے سے اور دست کرم سے اپنے
دونوں ہاتھوں میں مرے ساغر ومینا دیدے

بندگی میری ترے لطف سے ہو بار آور ۞ تیری توفیق سے ذرہ بھی ہو ہمدوش گہر
بیخودی میری، ہم آغوش خودی ہو یکسر ۞ کھول دے میرے لئے علم حقیقت کے در
دل دانا، دلِ بینا، دل شنوا دیدے

حسن باطن سے ہو ظاہر کی کچھ ایسی تزیین ۞ دونوں رخ تیرے تعبد میں ہوں توفیق آگین
مشغلہ اپنا شب و روز ہو اللہ آمین ۞ قول میں رنگ عمل بھر کے بنا دے رنگین
لب خاموش بنا کر دل گویا دیدے

فضل بے حد ہو ترا قلب جہاں تاب ملے ۞ راہ میں آئے سمندر بھی تو پایاب ملے
اس گنہ گار کو بھی گوہر نایاب ملے ۞ دل بیتاب ملے، دیدۂ پر آب ملے
تپ آتش مجھے دے دے نم دریا دیدے

دل برباد جو تو چاہے سنور جاتا ہے ۞ سنگ خارہ بھی خلاؤں میں بکھر جاتا ہے
تیرگوں ذرے کا چہرہ بھی نکھر جاتا ہے ۞ درد دل سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے
جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دیدے

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

سہ ماہی
المجیب
میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

# تاثرات برطبع جدید تالیف منیف

# صلوات اللہ الجلیل علیٰ نبیہ الحبیب الجمیل

● مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی ــــ دبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین من لا نبی بعدہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا○

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد خاتم النبیین وسید الاولین والاٰخرین وامام الانبیاء والمرسلین و محبوب رب العلمین ورحمۃ للعلمین وصاحب الشفاعۃ وبالمؤمنین رءوف رحیم عدد خلقک ومداد کلماتک وزنۃ عرشک ورضا نفسک وعدد صلیت انت وملئکتک و عدد خلائقک و عدد تصلی انت و ملئکتک و خلائقک مادامت السموات والارض وعدد ما تحب و ترضی۔

واصلی واسلم علی محمد نبی الرحمۃ دائما مع دوامک وبقائک وجلالک و جمالک و کمالک وعظمتک و کبریائک و تحمیدک و تسبیحک و تھلیلک و تکبیرک و تقدیسک و تمجیدک اللھم لا احصی صلوات اللہ وسلامہ علی خاتم النبیین محمد رسول اللہ کما لا احصی ثناءًا علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

الحمدللہ رب العلمین اللھم تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔

حضور مرشد کھڑا رہوں گا ۞ کھڑے ہی رہنے سے کام ہوگا
نگاہِ لطف و کرم اٹھے گا ۞ تو جھک کے میرا سلام ہوگا

## حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کا احسانِ عظیم :

امام بغویؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آیت: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ رب العزت نے جو شرف خصوصیت کے ساتھ آپ کو عطا فرمایا، ہم کو اس میں ضرور شریک فرمادیں، اس پر آیت نازل ہوئی: هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ — (الاحزاب، آیت: ۴۳) یعنی کفر کی ظلمت سے نور ایمان کی طرف نکال دیں، اپنی رحمت اور ملائکہ کی دعا سے کفر ومعاصی سے نکال کر ایمان وطاعات کے نور کی طرف ہمیشہ تم کو لاتا رہتا ہے۔ نیز ہمیشہ ظلماتِ فراق و بُعد سے نکال کر نورِ قرب کی طرف لاتا رہتا ہے۔ وبالمؤمنین رحیما۔ مومنوں پر بڑا مہربان ہے، کیوں کہ اس نے مومنوں کے سارے امور کو درست کیا، ان کے مرتبہ کو اونچا کیا اور ملائکہ مقربین کی دعا ان کے شامل حال کی۔

## صلوٰۃ علی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے حکم ربانی :

آیت: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ میں حق تعالیٰ جل مجدہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان ظاہر کرنے کے لیے صلاۃ وسلام کا حکم دیتے ہیں کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق یہ ہے کہ آپ پر صلاۃ وسلام پڑھا جائے، کیوں کہ حضور پرُ نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود حق جل مجدہ کی رحمتوں و برکتوں اور عنایتوں کا سرچشمہ اور ذریعہ ہے، اور ملاء اعلیٰ میں آپ کی خاص شان ہے اور آپ پر صلاۃ وسلام قیامت کے دن شفاعت کا وسیلہ ہے۔ لہٰذا آپ پر صلاۃ وسلام اور آپ کا ادب واحترام اور آپ کی تعظیم وتکریم ہر مسلمان پر فرض اور لازم ہے خواہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں ہوں۔ ملاء اعلیٰ میں ہوں یا عالم بالا میں۔ ملاء اعلیٰ کے فرشتے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احترام کرتے ہیں، لہٰذا مومنوں کو حکم ملا کہ دیکھو اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے نبیٔ امی محمد رسول اللہ خاتم النبیین پر دم بدم (ای یصلون للاستمرار التجددی۔ راحۃ بعد راحۃ، رحمۃ بعد رحمۃ، القول البدیع، ص: ۲۰۷) اپنی رحمت بھیجتے رہتے ہیں، ایک رحمت کے بعد دوسری رحمت، ایک برکت کے بعد دوسری برکت، یہاں اللہ کی صلاۃ سے اللہ تعالیٰ کی عام رحمت مراد نہیں بلکہ خاص الخاص رحمت مراد ہے، جو اس کی شانِ الوہیت اور شان ارحم الراحمین کے مناسب ہے۔ اور فرشتوں کی صلاۃ وسلام اور رحمت سے ان کی خاص الخاص دعائیں مراد ہیں، جن سے حضور پرُ نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔

شانِ مصطفوی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اللہ رب العزت نے بلا شبہ حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکۃ الرحمن سے سجدہ کرایا اور ملائکہ نے سجدہ کیا، جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و کرامت اور فضیلت نمایاں ہوتی ہے، مگر اس سجدہ میں حق تعالیٰ کی ذات نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا۔ اور جب ہمارے آقا مدنی مکی کی ذات کی افضلیت واقربیت بارگاہِ عالی سے شان نمایاں کرتی تھی تو سب سے پہلے حضورِ حق سے حضورِ انور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درود وسلام پیش کیا گیا، پھر ملائکۃ الرحمن کو

حکم ہوا اور پھر عام مومنین کو اور نورٌ علی نور۔حضرت آدم علیہ السلام کو ایک بار سجدہ کرایا گیا اور بس اور ہمارے خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ عزوجل۔اور اس کے فرشتے تا قیامت اس عمل کو جاری اور ساری رکھیں گے اور حضور پرُ نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ دعاء ورحمت دائمی و مسلسل ہے جو خوب سے خوب تر ہے۔جب کہ آدم علیہ السلام کے لیے ایک وقتی عمل تھا،اس لیے اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اطلاع دے دی ہے،تا کہ مسلمان اپنے نبی اطہر وانور صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ عالی کو جانیں اور اپنے مدنی آقا کا مرتبہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر جلیل القدر عظیم الشان ہیں کہ ہر لمحہ اور ہر لحظہ اللہ عزوجل،عرش عظیم سے اس پر خاص الخاص رحمتوں اور برکتوں کو نازل کرتا ہے اور وہ نبی خاتم مقربین فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کی توجہات وعنایات کا مورد اور محل بنے ہوئے ہیں،لہذا اے ایمان والو! تم کو بھی چاہیے کہ فرشتوں کی اقتدا کرو اپنے نبی اعظم شفیع اکرم کی جناب میں ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے درود وسلام کا تحفہ پیش کرو۔

مسلمانو!تمھیں کیا پتہ؟ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب آیت :اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ نازل ہوئی تو خاتم النبیین شاداں وفرحاں حجرہ سے باہر جلوہ افروز ہوئے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمادیا۔ھنئونی : مجھے مبارک باد کہو۔مجھے مبارک باد کہو اور صحابہ کو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ سنائی،اصحاب خاتم النبیین نے عرض کیا: هنيألك يا رسول الله۔آپ کو مبارک ہو،حضور ﷺ نے فرمایا: جب کوئی بندہ مومن مجھ پر درود پڑھتا ہے تو دو فرشتے جو ہر شخص پر متعین ہیں،وہ پکار اٹھتے ہیں غفر الله لك۔اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔تو حق تعالیٰ خود جواب میں آمین کہتا ہے۔اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور درود نہیں پڑھتا تو دونوں فرشتے پکار اٹھتے ہیں۔ لا غفر الله لك۔اللہ تمہاری مغفرت نہ کرے،تو فرشتے جواباً کہتے ہیں۔آمین۔۔۔(نزہۃ المجالس: ۱۹۹/۲،مدارج النبوۃ مقدمہ،ص: ۱۵۷)

بنی اسرائیل کے فاسق وفاجر اور بدکار شخص کا انتقال ہوگیا۔لوگوں نے اس کو انتقاماً پاؤں میں رسی ڈال کر غلاظت کی جگہ پھینک دیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔میرا ایک دوست مرگیا ہے،لوگوں نے از راہ دشمنی اس کو پھینک دیا ہے،اس کی بخوبی تجہیز وتکفین کریں اور اعلان کر دیں کہ جو اس کی نماز جنازہ پڑھے گا،اللہ اس کی بھی مغفرت فرمادے گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جو بدکار و بد کردار تھا تو انہیں تعجب ہوا،اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعجب وتحیر کو دیکھ کر راز افشا کر دیا تھا کہ وہ بیشک گنہگار ہے۔مگر ایک روز اس نے توریت کی تلاوت کی اور درمیان میں میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس پر نظر پڑی اور صفت رسول کو دیکھا،محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دل میں جاگ اٹھی،اس نے اس ورق کو جس پر میرے محبوب محمد خاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا نام مبارک لکھا ہوا تھا۔خوب چوما،پیار کیا اور اپنے چہرہ سے بار بار مَس کیا،لگایا،لہذا میں نے اپنے محبوب کے نام کا احترام کرنے پر بخش دیا اور اپنے دوستوں کی فہرست میں اس کا نام درج کر دیا۔اللھم الحقنا منھم بجاہ جد الحسن والحسین، آمین۔

فلک پر جا کے لکھ دیتا ، میں خو دنعتِ شہ والا ۞ قلم اے کاش مل جاتا مجھے جبریل کے پر کا

دنیاوآخرت کی خیر وعافیت کی خواہش رکھنے والو! دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں خواہ جسمانی حیثیت سے ہو یا روحانی طریقہ پر، حاضرِ خدمت ہو جاؤ، پھر جو چاہو تمنا کرو۔ مولانا روم نے کیا خوب فرمایا :

اگر خیریت دنیاو عقبیٰ آرزو داری ۞ بدرگاہش بیا، و ہر چہ می خواہی تمنا کن

علامہ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ گناہ کبیرہ ساٹھ ہیں ۔ ان تمام گناہ کبیرہ میں سب سے سنگین ترین کبیرہ گناہ باعث تخلیق کائنات حضرت محمد النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود شریف نہ پڑھنا ہے ۔

سائلو! دامن سخی کا تھام لو ۞ کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

مفلسو! اُن کی گلی میں جا پڑو ۞ باغ خلد، اِکرام ہو ہی جائے گا

مولانا روم نے ایک واقعہ نقل کیا ہے: حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسد پاک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، کیوں کہ اللہ جل شانہ نے مکھیوں کو جسد اطہر ومبارک پر بیٹھنا اس لیے حرام کر رکھا تھا کہ انہیں آمیزگی غلاظت پسند تھی، مگر شہد کی مکھی دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر۔ کبھی لباسِ اطہر پر، کبھی جسم اقدس پر تصدق ہوتی تھی، ایک بار شہد کی مکھی حاضر خدمت تھی، خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے مکھی! یہ تو بتا کہ شہد کس طرح تیار کرتی ہے؟ عرض کیا کہ یا خاتم النبیین یا حبیب اللہ! ہم بیلا، چنبلی، جوہی، کامنی، گلاب وغیرہ ہر پھول کا رس چوستے ہیں اور جب اپنے چھتے میں آکر اگل دیتے ہیں تو وہ شہد بن جاتا ہے ۔

اس بات پر رسول اللہ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان پھولوں کا رس تو پھیکا اور قدرے تلخ ہوتا ہے، لیکن شہد میٹھا اور شیریں ہوتا ہے ۔ یہ بتا کہ اس پھیکے رسوں میں شیرینی کہاں سے آتی ہے؟ تو شہد کی مکھی نے جواب دیا :

گفت چوخوانیم بر احمدؐ درود ۞ می شود شیرین و تلخی را ربود

یا خاتم النبیین یا حبیب اللہ علیک صلوات اللہ وسلامہ ۔ ہمارے منہ اور پیٹ میں شکر نہیں ہے، لیکن جب ہم پھولوں کا رس چوس کر پرواز کرتے ہیں تو آپ پر درود پڑھتے ہوئے اپنے چھتوں تک پہنچتے ہیں ۔ شہد کی شرینی حضور! آپ کے صلوات کی برکت اور آپ کے نام کا صدقہ ہے ۔

بہر حال جب حق جل مجدہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ وسلام کا تحفہ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھتے ہیں تو اہل ایمان کی سعادت ہے کہ اس عمل میں شریک ہو جائے اور خود ہمارے خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے درود شریف کا درجہ وفضیلت بیان کرتے ہوئے امتِ رحمت کو آگاہ و باخبر کیا تا کہ قبولیت کا مقام ومرتبہ بھی امتِ حبیب درود وسلام علی الحبیب کو جان لے ۔ ارشاد ہوا :

من صلی علی واحدۃ صلی اللہ علیہ عشراً۔

ترجمہ : جو مجھ پر ایک مرتبہ درودِ رحمت بھیجے گا حق جل مجدہ اس پر دس رحمت نازل فرمائے گا۔

اللھم صل وسلم وبارك علی خاتم النبیین من لا نبی بعدہ۔

اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک مومن ومسلمان پر ذوقی اور طبعی اور ایمانی ووجدانی، شرعی ونبوی یہ اثر ونتیجہ ہوا کہ حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علماء وعرفاء، اولیاء، ربانیین، محدثین، محققین اور صالحین ومقبولین نے صلوٰۃ وسلام، درود شریف کے فضائل پر پوری بصیرت ومعرفت اور عقیدت ومحبت میں غرق اور محو ہو کر محققانہ کتابیں لکھیں۔ مثلاً قاضی عیاض، علامہ زرقانی، علامہ سخاوی، علامہ منذری، علامہ سیوطی، ابن الفاکہانی اور علامہ ابن قیم کی کتاب جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام بہت ہی اپنے فن میں ممتاز ہے، یہ کتابیں مطبوعہ ہیں اور اللہ عزوجل کے علم میں ہے کہ اور کتنی غیر مطبوعہ ہے۔ امام جزولیؒ نے دلائل الخیرات تالیف فرمائی جو مستقل اہل سلوک وطریقت کا یومیہ وظیفہ ہے (عاجز کو حضرت شاہ عون احمد قادری نور اللہ مرقدہ سے اجازت ہے) بعض علماء محققین نے حضرت نبی خاتم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء مبارک پر بھی مستقل کتابیں لکھی ہیں اور حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء مبارک شمار کئے ہیں۔ عاجز کے سامنے اسماء النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم تالیف مولانا امداد اللہ انور ہے، اس کتاب میں ۸۲۲ نام تفصیل اور حوالہ کے ساتھ درج ہیں۔ اسی طرح اسماء النبی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تالیف مخدوم سید محمد ہاشم ٹھٹھوی سندھی میں ۱۱۷۷ اسماء ہیں۔ البرکات المکیۃ فی الصلوات النبویہ تالیف مولانا شیخ محمد موسیٰ روحانی بازیؒ ہیں۔ ۸۰۵ اسماء مع صلوات علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجیب کتاب ہے، صحیح مقولہ ہے: کثرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمی۔

اس وقت عاجز کے سامنے ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا آیت اللہ قادری مجیبی اطال اللہ بقائہ کے توسط سے درود شریف کی انیق وفائق کتاب ''صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل'' تالیف مبارکہ حضرت فیاض المسلمین امیر الشریعہ، مجدد الطریقہ سیدنا الامام بدر الکاملین مولانا سید شاہ محمد بدر الدین نور عالم قادری پھلوارویؒ موجود ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہ نے بہت ہی خوبصورت اسلوب میں اسماء حسنی اور صفاتِ نبوی اور حلیہ مبارکہ کی نشاندہی کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے نادر موتیوں کو سہل وآسان انداز میں پرویا ہے، وہ بذات خود حضرت کے عشق رسول میں محویت اور فنافی الرسول کی واضح دلیل ہے، صلاۃ وسلام لکھا نہیں جاتا حضورِ خاتم لکھوا لیتے ہیں، اس عاجز کی شاید نجات وبخشش کا یہ ذریعہ ووسیلہ بن جائے، اس لیے چند سطور رقم کیا ہے :

چوں بنام مصطفےٰ خوانم درود ۞ از خجالت آب می گردد وجود

ریاضت نام ہے، تیری گلی میں آنے جانے کا ۞ تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

# نعت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● امان خاں دلؔ —— شوگر لینڈ، ہیوسٹن، امریکہ

لکھا ہوگا مَلک نے بھی کہ کس جانب قدم نکلے ۞ نبیؐ کے روضۂ اقدس پہ جانے کو جو ہم نکلے
خدا سے ہے دعا میری کہ سب غم دور ہو جائیں ۞ مرے دل سے مگر شاہِ دوعالمؐ کا نہ غم نکلے
مدینہ دیکھ آیا پھر بھی یہ محسوس ہوتا ہے ۞ مرے ارماں کہاں پورے مرے رب کی قسم نکلے
لکھی تھی اپنی قسمت میں زیارت دونوں عالم کی ۞ مدینے کی زیارت کی، کبھی سوئے حرم نکلے
مدینہ پھر میں جاؤں اور وہیں کا ہو کے رہ جاؤں ۞ تمنائے دلی نکلے جو اُنؐ کے در پہ دم نکلے
دبستانِ نبیؐ سے نسبتوں کا فیض تو دیکھو ۞ وہاں سے کیسے کیسے صاحب جود و کرم نکلے
حقیقت کھل گئی حُبِّ نبیؐ کی بات جب نکلی ۞ منافق آستینوں سے وہی کافر صنم نکلے
نبیؐ کا نام لیتے ہیں، مگر دل سے پراگندہ ۞ کچھ ایسے نام لیوا ہی جہاں میں بے بھرم نکلے

ہم اپنی کیفیت اس دم بتائیں بھی تو کیا اے دلؔ
دیارِ مصطفےٰؐ سے ہم کئے آنکھوں کو نم نکلے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

# غزل

● وارث ریاضی—— کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

صحرائے آرزو میں بھٹکنا پڑا مجھے ۞ وارفتگی شوق نے رسوا کیا مجھے
دنیائے رنگ و بو کی فضائے حسین میں ۞ ہر آشنائے راز نے دھوکا دیا مجھے
پھر دل میں ہو رہی ہے خلش دردِ عشق کی ۞ پھر یاد آرہا ہے وہ عہد وفا مجھے
پھر میں اسی مقام کی جانب ہوں گام زن ۞ جس کا کوئی سراغ نہ کچھ ہے پتا مجھے
اس پیکر نشاط کی فکر جمیل نے ۞ پھر داغِ ہجر و دردِ تمنا دیا مجھے
غیروں سے پھر وفا کی توقع، خدا گواہ! ۞ اپنوں سے بھی وفا کا نہیں آسرا مجھے
ان کو ملی مسرتِ دنیا تو کیا ہوا؟ ۞ میں خوش نصیب ہوں غم دوراں ملا مجھے
کشتی کے نذرِ موجِ حوادث کے بعد بھی ۞ ساحل پہ ڈھونڈتا ہے مرا ناخدا مجھے
آنکھوں میں رنگ گل ہے، معطر دماغ ہے ۞ محظوظ کر رہی ہے چمن میں صبا مجھے
میں حسن بے نیاز کے جلووں میں پھنس گیا ۞ یوں اضطرابِ دید نے الجھا دیا مجھے
ان کی نگاہِ مہر نے جینا سکھا دیا ۞ ہر شے سے ہے عزیز خدا کی رضا مجھے

وارثؔ فدائے کوچۂ عرفاں بنا گئی
آیت کی اک نگاہِ طریقت نما مجھے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

# غزل

● ناشادؔ اورنگ آبادی— پھلواری شریف، پٹنہ

ختم ہوجائے گی اردو بال و پر باقی رہے
عظمت میرؔ و ظفرؔ داغ و جگر باقی رہے

جو بدن میں پھیل جائے شعلہ بن کر ایک دن
خاکدانِ دل میں کوئی تو شرر باقی رہے

واسکوڈی گامانے دنیا نئی جب ڈھونڈ لی
شرق لوگوں میں بھی ذوقِ سفر باقی رہے

بانٹیے علم و ہنر لوگوں میں لیکن شرط ہے
کم سے کم اپنا بھی تو دست ہنر باقی رہے

آپ ہی طے کیجئے سارے مسائل زیست کے
مسئلہ کوئی نہیں پیش نظر باقی رہے

صبر و استقلال و ہمت ہے تو ہے منزل قریب
لاکھ ہوں دشواریاں عزم سفر باقی رہے

سیکھئے ناشادؔ سے معراجِ حسنِ زندگی
دل میں ہو خوفِ خدا مرنے کا ڈر باقی رہے

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

# کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل وگل ہم سے پوچھئے ۞ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

## کچھ اپنی ........................ کچھ دوسروں کی

### تقریب رسم اجراء ''صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل'' :

دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ تبلیغ واشاعت دین وسنیت کا ایک عظیم مرکز ہے، جہاں سے ہر سال تواتر کے ساتھ کتب و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں، الحمدللہ اس سال بھی یہاں سے حضرت اقدس بدرالکاملین فیاض المسلمین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ کی مایہ ناز تصنیف ''صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل'' جناب حضور مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی کی ترتیب وترجمہ کے ساتھ نہایت خوب صورت انداز میں منظر عام پر آئی ہے، یہ تصنیف اپنی نوعیت میں ممتاز حیثیت کی حامل تھی، اس لیے اس کی اشاعت پر رسم اجرا کا اہتمام بھی ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱۱ر ربیع الاول کی مبارک تاریخ تھی، عصر کی نماز کے بعد رسم اجرا کی محفل سجی تھی، جناب حضور مدظلہ العالی میر محفل تھے، آپ کی سرپرستی میں تمام زائرین عرس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مہذب طور پر ادب واحترام کا نمونہ بنے دوزانو بیٹھے تھے، وہ خوش نما منظر ایسا لگ رہا تھا جیسے چاند کے ارد گرد ہالے ہوں، محفل کی ابتدا تلاوت کلام مجید سے ہوئی، پھر بارگاہ رسالت ونبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ عقیدت پیش کیا گیا، اس کے بعد پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید صدر شعبۂ فارسی علی گڑھ یونیورسٹی نے ''صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل'' کا مختصر تعارف پیش کیا، پھر حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی نے کتاب اور صاحب کتاب پر بھرپور روشنی ڈالی، آپ کا خطاب رقت انگیز جملوں کے ساتھ شروع ہوا، فرط مسرت میں آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، آواز تھرا گئی، سارا مجمع سکتے میں تھا اور بہت سارے لوگوں کی آنکھیں بھی نم ناک ہوگئی تھیں، آپ نے آغاز خطاب

میں ارشاد فرمایا کہ حضرت اقدس فیاض المسلمین قدس سرہ کی یہ پہلی تصنیف ہے جس کی رسم اجرا کے شرف سے ہم سبھی مشرف ہو رہے ہیں ورنہ حضرت اقدس کی کسی کتاب کی اشاعت پر ابتک رسم اجرا کی تقریب نہیں سجائی گئی تھی، حضرت فیاض المسلمین کا تعارف پیش کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حضرت فیاض المسلمین وہ تھے کہ جب درود پڑھتے تھے تو صاحب درود کا دیدار کرتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان سے تعلق رکھنے والوں کو بھی یہ شرف حاصل ہو کہ ہم سے وابستہ شخص جب درود پڑھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا اقدس اس کی نگاہوں کے سامنے ہو، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کی رسم اجرا کا اہتمام اس وجہ سے کیا جا رہا ہے کہ یہ کتاب اپنی نوعیت میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے، کیوں کہ اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کی بھی عکاسی کی گئی ہے، تاکہ درود پڑھنے والا جب درود کا ورد کرے تو صاحب درود کی شکل وشمائل بھی اس کی نگاہوں میں چمکتی رہے کہ ہم جس ذات گرامی پر درود بھیجتے ہیں، ان کی آنکھیں کیسی تھیں، ان کا چہرہ کیسا تھا، ان کا چلنا کیسا تھا، ان کے اخلاق کیسے تھے تاکہ درود بھیجنے والا لذت عشق وفنائیت کا بھرپور احساس کرسکے۔آپ نے فرمایا کہ موجودہ زیب سجادہ مدظلہ العالی کی محنت وکوشش سے یہ کتاب ترجمہ وتشریح اور جدید ترتیب کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ کا بیان مختصر مگر بہت جامع تھا، چند ہی منٹوں میں آپ نے لوگوں کے دلوں میں کتاب وصاحب کتاب کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا، اخیر میں جناب حضور مدظلہ العالی نے خطبۂ صدارت سے تمام سامعین کو محظوظ فرمایا، آپ کے اس دُرِ نایاب سا خطبۂ صدارت سے چند اقتباسات المجیب کے قارئین کی نذر کرنے میں ادارہ کو فخر محسوس ہوگا، کتاب کے بارے میں آپ نے فرمایا :

.......جس طرح آپ کی ذات عالمگیر وآفاقی حیثیت کی حامل تھی اسی طرح آپ کی یہ تالیف بھی آفاقی اہمیت رکھتی ہے، کتاب کے مطالعہ سے آپ کے عشق ومحبت رسول ﷺ اور آپ کے وجدان وکیفیات باطنی کا بھرپور اندازہ کیا جاسکتا ہے، اس تالیف مبارکہ کے ہر جملے، ہر لفظ بلکہ ہر حرف سے عشق ووارفتگی، شیدائیت وفنائیت کا اظہار ہوتا ہے۔اصل میں اس کتاب کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ میں وہ درود لکھے گئے ہیں جو اسمائے حسنیٰ اور ان اسماء پر مشتمل ہیں جو اللہ ورسول کے درمیان مشترک ہیں اور درودوں کا دوسرا حصہ حلیۂ نبوی ﷺ پر مشتمل ہے، درود وسلام کی فضیلت پر کتاب میں ایک باب کا اضافہ کیا ہے، جس میں خاصی تعداد میں احادیث پیش کی گئی ہیں۔

پھر حضرت مؤلف قدس سرہٗ کے متعلق ارشاد ہوا :

آپ کے معاصرین میں اکابر ونامور علما ومشائخ ہیں، اور فقہ وفرائض اور قضا وافتا میں آپ کی طرح بہت سے علما مشہور زمانہ ہوئے، مگر اس میدان میں آپ کی ذات بابرکات منفرد وممتاز نظر آتی ہے، علوم شریعت کے حصول وشیوع سے صاحبان علم کی نگاہوں میں شریعت جھلکنے لگتی ہے، مگر آپ نے جو علمی خدمات انجام دی ہیں اس کے ذریعہ عشاق کی نظروں میں صاحب شریعت کا مقدس ومنور وجود جھلکنے لگتا ہے، آپ نے اپنے فتوؤں اور اپنی تحریروں کو جمع رکھنے اور منظر عام پر لانے کا کوئی خاص اہتمام

نہیں فرمایا، مگر امت مسلمہ کو بالعموم، اخوان طریقت کو بالخصوص وہ درس دے گئے جس کے ذریعہ ہزاروں عشاق نبوی ﷺ قربت مصطفوی ﷺ سے ہمکنار ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کی خصوصی رحمتوں، برکتوں اور شفقتوں سے فیضیاب ہوئے، جو اسیران جمال مصطفوی ﷺ کے لیے ابدی وغیر مترقبہ نعمت ہے۔

خطبۂ صدارت ارشاد فرمانے کے بعد جناب حضور مدظلہ العالی کتاب کی رونمائی کراتے ہوئے فرط جذبہ وشوق میں کھڑے ہو گئے، آپ کے استقبال میں سارا مجمع بھی کھڑا ہو گیا، اس وقت کتاب کی رونمائی کا حسین و دل کش منظر نہایت قابل دید اور یادگار منظر تھا، آپ نے اپنا وہ علمی تحفہ سب سے پہلے اپنے عم مکرم حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی کی خدمت بابرکت میں پیش فرمایا، پھر کتاب کا ایک نسخہ آپ کے حکم سے آپ کے برادر عزیز حضرت مولانا سید شاہ محمد منہاج الدین مجیبی نے اپنے عم مکرم حضرت مولانا سید شاہ محمد امین اللہ قادری مدظلہ العالی کو پیش کیا اور آپ ہی کے حکم و اشارہ پر خانقاہ کے بزرگوں اور شرکائے تقریب کے دیگر معزز اشخاص کو بھی کتابیں پیش کیں۔

رونمائی کے بعد جناب حضور مدظلہ العالی کی دعا پر محفل رسم اجرا کا اختتام ہوا، اور لوگوں نے نہایت شوق و جذبہ کے ساتھ دارالاشاعت کے بک اسٹال سے کتابیں خریدیں ـــــ ربیع الاول کی ۱۱/ اور ۱۲/ دونوں تاریخوں میں دارالاشاعت کی طرف سے اس نئی پیش کش ''صلوات اللہ الجلیل علی نبیہ الحبیب الجمیل'' کے لیے خصوصی رعایت بھی رکھی گئی تھی، شرکا میں علاقائی لوگوں کے علاوہ ملک کے اطراف و اکناف سے تشریف لائے ہوئے واردین وصادرین اور زائرین عرس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جم غفیر موجود تھا، خصوصیت کے ساتھ مشہور صحافی جناب ڈاکٹر سید ریحان غنی بھی موجود تھے، انہوں نے اپنے مؤقر روزنامہ ''پندار'' کے خصوصی کالم ''دوٹوک'' کے تحت اس تقریب رونمائی کی جو منظر کشی کی ہے ان کے شکریہ کے ساتھ قارئین کی نذر ہے :

''خانقاہیں شروع سے علم وادب، مذہبی رواداری اور تہذیب وتمدن کا گہوارہ رہی ہیں، یہ وہ جگہ ہے جہاں علم کے پیاسوں نے اپنی پیاس بجھائی، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ مستقیم پر چلنے کی اللہ کی طرف سے توفیق حاصل ہوئی اور لوگوں نے نشست و برخاست کے طریقے سیکھے۔ لیکن امتداد زمانہ سے اب خانقاہوں میں پہلی جیسی رونق نہیں رہی۔ جس طرح امت پر زوال آیا اسی طرح خانقاہوں میں بھی وہ بات نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اب خانقاہوں کی صرف پرانی عمارتیں رہ گئی ہیں، لیکن ان عمارتوں سے پرانی تہذیب اور قدریں نکل کر فنا ہو گئی ہیں۔ پھر بھی صورت حال ابھی بہت مایوس کن نہیں ہوئی ہے، کچھ خانقاہیں ابھی ایسی ہیں جہاں کے سجادگان نے پرانی روایتوں اور پرانی قدروں کو اپنے سینے سے لگا رکھا ہے، ان میں ایک پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ بھی ہے جس کے بانی حضرت سیدنا تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ ہیں، یہ ایک خاص انداز کی خانقاہ ہے۔ اس کے اپنے کچھ خاص اصول وضوابط ہیں۔ اس کے سجادہ اور ان کے حجرے کی ایک خاص وضع قطع ہے، یہ ایک ایسی خانقاہ ہے جس کی علمی، ادبی اور دینی خدمات سینکڑوں سالوں پر محیط ہیں، اس سے وابستہ بزرگوں کے فیوض و برکات آج بھی

جاری اور ساری ہیں، جس کا مشاہدہ بینا آنکھیں آج بھی کر رہی ہیں۔ نادر و نایاب کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ بھی دراز ہے، خانقاہ کے دینی، علمی اور ادبی رسالہ ''المجیب'' کی اشاعت بھی پابندی سے ہو رہی ہے۔ یہ سب کام جواں سال عالم دین اور خانقاہ کے زیب سجادہ حضرت مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری کی نگرانی اور سرپرستی میں بہ حسن وخوبی انجام پا رہا ہے۔ اس خانقاہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں جو بھی ادبی اور علمی پروگرام ہوتے ہیں ان میں بہت ہی نظم وضبط ہوتا ہے۔ خواہ مجمع کثیر ہو یا قلیل، میں نے پروگرام کے دوران خانقاہ مجیبیہ کے جیسا نظم وضبط اور سنجیدگی ومتانت کسی دوسری خانقاہ میں نہیں دیکھی۔ یہ واحد خانقاہ ہے جہاں سے ''المجیب'' کی شکل میں علمی اور ادبی رسالہ اب بھی جاری ہے، جب کہ دوسری خانقاہوں سے جو رسالے نکلے وہ بند ہو گئے۔ اس وقت اس خانقاہ کے علاوہ بہار کی کسی دوسری خانقاہ سے پابندی کے ساتھ کوئی رسالہ نہیں نکل رہا ہے اور تسلسل کے ساتھ کتابیں بھی نہیں شائع ہو رہی ہیں، ابھی کچھ دن ہوئے مجھے خانقاہ مجیبیہ کی ایسی ہی ایک باوقار علمی مجلس میں شرکت کا موقع ملا۔ خانقاہ کا پورا احاطہ اور خانقاہ کی مسجد عقیدت مندوں، باذوق لوگوں اور اردو سے محبت رکھنے والوں سے بھری ہوئی تھی۔ سینکڑوں لوگوں کا مجمع تھا، سب کے سر پر ٹوپی تھی، سب کے سب باادب باملاحظہ ہوشیار بیٹھے تھے، اس وقت سنجیدگی اور متانت کے اس روح پرور منظر کا ہر کوئی گواہ تھا، یہ موقع تھا حضرت فیاض المسلمین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین نور عالم قادری پھلواروی قدس سرہ کی تالیف مبارکہ ''صلوات اللہ الجلیل'' کی رسم اجرا کا۔ تقریب کی صدارت زیب سجادہ حضرت مولانا آیت اللہ قادری نے کی۔ تقریب رسم اجرا میں مشہور عالم دین حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری اور پروفیسر سید اسد علی خورشید (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے کتاب کا تفصیل سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تمام درودوں کے اندر اسمائے حسنیٰ اور وہ اسمائے گرامی استعمال ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مشترک ہیں۔ یہ کتاب کل عربی میں تھی اور آج اردو میں آگئی ہے اور اس کے مرتب، مترجم اور شارح اس خانقاہ کے زیب سجادہ ہیں۔ یہ بڑا علمی کارنامہ ہے جو خانقاہ مجیبیہ کے بزرگان دین کے فیوض و برکات سے ہی انجام پایا ہے۔ عشق ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی یہ مقدس اور متبرک شام ہر شخص کو تاحیات یاد رہے گی جو اس موقع پر موجود تھا۔ عصر کی نماز کے فوراً بعد اس نورانی مجلس کا آغاز ہوا اور مغرب کی اذان سے پہلے دعا پر مجلس ختم ہوگئی۔ میں نے اس سے قبل ایسی نورانی، متبرک اور باوقار ادبی اور علمی مجلس نہیں دیکھی جس میں سینکڑوں شرکا کتاب کی رسم اجرا سے فوراً پہلے اللہ رب العزت کے آگے سربہ سجود ہوئے پھر مجلس کے اختتام کے فوراً بعد بھی بارگاہ رب العزت میں انہوں نے اپنا سر جھکایا۔ جس خانقاہ میں علمی کام کا یہ معیار ہو اور علمی وادبی پروگرام اس انداز سے منعقد کئے جائیں، اس خانقاہ کے بارے میں اگر کوئی اشارے کنائے میں بھی تنقید کرتا ہے تو یہ افسوس کی بات ہے۔ زیب سجادہ حضرت مولانا محمد آیت اللہ قادری نے ''صلوات اللہ الجلیل'' کا ترجمہ اور اس کی شرح لکھ کر بڑا علمی کام کیا ہے۔ بہ قول حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری ''اس کا فائدہ سالکین راہ طریقت کے ساتھ ان لوگوں کو بھی ہوگا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریفہ سے واقف

ہونا چاہتے ہیں اوراس کو ذہن میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں‘‘۔میں اپنی تحریر ڈاکٹر فرحت حسین خوشدلؔ (ہزاری باغ) کی نعت کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

جا گا درود پاک لبِ کائنات میں
دیدے عقیدتوں سے سجل بولنے لگے

## سنی وشیعہ علمائے ایران کے ایک وفد کی خانقاہ مجیبیہ آمد :

گزشتہ ۲۷/ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۳/دسمبر ۲۰۱۸ء کو ایران کے چند سنی وشیعہ علماء اور دانشوران پر مشتمل ایک وفد کی خانقاہ مجیبیہ آمد ہوئی جن میں حضرت مولانا ابراہیم فاضلی حسینی صاحب امام جمعہ اہل سنت جامع مسجد مشہد و مہتمم دارالعلوم جامعۃ الاحناف مشہد، جناب مہدوی مہر نائب رئیس جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ ایران، مولانا یحییٰ فاضلی حسینی استاذ و نائب مدیر جامعۃ الاحنفاف مشہد، جناب وحید روشنی (مجمع تقریب بین المذاہب الاسلامی) وغیرہ شریک تھے۔یہ لوگ اپنے رہبر سفر مولانا سید صادق حسینی صاحب دہلی کی وساطت سے خانقاہ مجیبیہ حاضری اور حضرت صاحب سجادہ مدظلہ سے ملاقات کے خواہش مند تھے، چنانچہ موصوف نے بذریعہ فون حاضری کا وقت لیا اور تاریخ مذکور کو نماز عصر کے بعد ان مہمانان کرام کو لے کر خانقاہ مجیبیہ تشریف لائے،وفد کے سب لوگوں نے پہلے حضرت صاحب سجادہ مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ سے ملاقات کی جو نماز عصر کے بعد اپنی نشست گاہ میں ان مہمانوں کے منتظر تھے،ملاقات کے بعد سب لوگوں نے خانقاہ مجیبیہ کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا،خانقاہ کی لائبریری میں جاکر مختلف نوادرات علمی اور خطی نسخے دیکھے،تحفظ مخطوطات کا جو کام اس وقت لائبریری میں چل رہا ہے اس سلسلہ میں کچھ مشورے بھی دیئے، پھر مغرب کی اذان ہوئی تو مغرب کی نماز وفد کے سنی علماء کے ساتھ شیعی مسلک کے لوگوں نے بھی خانقاہ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی،نماز کے بعد خانقاہ کے ایک حصے میں ان لوگوں کی کچھ ضیافت کی گئی اور پھر خلوت مجیبی میں حضرت صاحب سجادہ کے پاس کچھ دیر مجلس رہی،مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی بالخصوص اتحاد اسلامی کے لئے جو کام ایران میں وہ لوگ اس وقت کر رہے ہیں اس سے حضرت صاحب سجادہ کو واقف کرایا اور خود خانقاہ کی تاریخ سے واقفیت حاصل کی،خانقاہ کے اعتدال،اتحادی مزاج اور روحانی ماحول سے سب لوگ متاثر ہوئے،چنانچہ ان مہمانوں میں وحید روشنی مجمع تقریب بین المذاہب الاسلامی نے اپنے تاثرات میں تحریر فرمایا کہ :

......توفیق زیارت جمال مولانا آیت اللہ قادری وشرف حضور خانقاہ مجیبیہ نصیب این حقیر گردید۔

مارا از دعای خیر فراموش نسازید۔

مارا ز دعا کامش نسازند فراموش
رندان سحرخیز کہ صاحب نفسانند

حضرت صاحب سجادہ نے دارالاشاعت کی تازہ ترین مطبوعات سب لوگوں کو تحفۃً پیش کی، کچھ مطبوعات ان لوگوں نے خود فرمائش کر کے حاصل کی اور پھر وہ لوگ ان تحفوں کے ساتھ مغرب کے کچھ دیر بعد تشریف لے گئے۔

ان مہمانوں کے استقبال اور میزبانی میں حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری، مولانا سید شاہ محمد منہاج الدین مجیبی، مولانا سید شاہ محمد فصیح الدین عاصم زینبی قادری اور عزیز گرامی محمد یمین اللہ قادری سلمہ پیش پیش تھے۔

## ۲۰۱۹ء کا عام انتخاب :

تقریباً ساٹھ ستر دنوں کے بعد ملک کا عام انتخاب ہونے والا ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے اور یہاں کا انتخاب دنیا کے تمام ممالک پر اثر انداز ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے انتخاب اور اس کے نتائج پر ساری دنیا کی نگاہیں لگی رہتی ہیں۔ دنیا بھر کے امن پسند اور جمہوری قدروں والے یہاں ایسی حکومت دیکھنا چاہتے ہیں جو صحیح معنوں میں سیکولر اور امن پسند ہو۔ ایسی حکومت جس میں لوگوں کے جان و مال، عزت و آبرو اور دین و ایمان کی مکمل حفاظت ہو، جو آئین پر ایمان رکھتی ہو اور جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو۔

بدقسمتی سے گذشتہ عام انتخاب میں ایسی حکومت برسر اقتدار آ گئی جو عوام کے جذبات کے بالکل خلاف ثابت ہوئی اور یہاں کے عوام محسوس کرنے لگے کہ ان کا انتخاب غلط ہوا وہ دھوکہ کھا گئے اور ٹھگے گئے۔ وہ کانگریس سے اتنے بیزار ہو چکے تھے کہ اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے سامنے جو بھی نظر آیا سب کچھ اسی کی نذر کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ بی جے پی اقتدار میں آ گئی حالانکہ کانگریس سے شدید نفرت کے باوجود صرف ۳۲ فیصد ووٹ بی جے پی کو ملا اور بقیہ ۶۸ فیصد مختلف جماعتوں میں منقسم ہو کر برباد ہو گیا۔ بی جے پی اقتدار میں آنے کے بعد مکمل طور پر اپنے خفیہ ایجنڈے یعنی گرو گوالکر کے ''بنچ آف تھاوٹ'' کو ہی آئین کی جگہ پر اپنا لیا۔ اور اُسی کے سہارے حکومت چلنے لگی۔ گویا دارالسلطنت نئی دہلی ہی رہا لیکن احکامات آر ایس ایس کے ہیڈ کوارٹر ناگپور سے آنے لگے جہاں وزیر اعظم اور ان کے وزرا کا آنا جانا لگا رہا۔ حکومت تو کسی طرح چلتی رہی لیکن تمام آئینی ادارے یہاں تک کہ عدالتیں بھی حد سے زیادہ متاثر و جانبدار ہونے لگیں۔ جس نے مخالفت میں زبان کھولی اس کا انجام اچھا نہیں ہوا۔ گویا عجیب طرح کا جمہوری آمرانہ نظام ملک میں قائم ہو گیا — ہر طرف مودی مودی کا نعرہ لگنے لگا جیسے سب کرایہ کے پٹھو بنا لیے گئے ہوں۔

بہر حال ہزار خرابیوں اور کوتاہیوں کے ساتھ اس حکومت کے پانچ سال پورے ہونے والے ہیں اور نیا انتخاب سر پر ہے۔ حزب اختلاف حسب معمول منتشر اور سویا ہوا ہے، ان کے اتحاد کی باتیں تو بہت ہوئیں اور آج بھی ہو رہی ہیں لیکن مکمل اور عملی اتحاد قائم نہیں ہو سکا ہے جو نااہل اور نکمی سرکار کو اقتدار سے دور کر سکے۔

اس تحریر کے لکھتے وقت تک وقت باقی ہے، ملک میں مختلف جگہوں پر جو چھوٹے چھوٹے اتحاد بنے ہیں — اگر ان میں مفاہمت ہو جائے تو اس حکومت کا خاتمہ یقینی ہے جو ساری مخالف جماعتوں کا عین مقصد ہے۔

## معمولات خانقاہ بماہ جمادی الثانی :

۱۹ر جمادی الثانی عرس صاحب المقام الاویسیہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاء قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹ر تاریخ کو نماز عصر کے بعد قل ہوتا ہے۔

۲۰ر جمادی الثانی عرس بانیٔ خانقاہ و دارالعلوم مجیبیہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹ر دن گزار کر شب ۲۰ر اور روز ۲۰ر کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

## معمولات خانقاہ بماہ رجب المرجب :

۶ر رجب کو فاتحہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ — بعد نماز عصر قل ہوتا ہے۔

رجب کی ستائیسویں شب میں معراج کی مناسبت سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک ہوتا ہے اور شب میں چراغاں ہوتا ہے۔ خانقاہ اور آستانہ اس رات شب معراج کی یاد میں چراغوں سے بقعۂ نور بنا رہتا ہے۔ بعد نماز عشاء قل اور بعدہٗ محفل سماع ہوتی ہے۔

## معمولات خانقاہ بماہ شعبان المعظم :

۲۶ر شعبان کو حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ کے وصال کی تاریخ میں فاتحہ اور بعد نماز عصر میلاد شریف ہوتا ہے۔ حضرت کا عرس ان کے والد ماجد کے عرس کے ساتھ ۲۹ر جمادی الاولیٰ کو ہوتا ہے۔

۲۹ر شعبان کو شب ۲۹ر اور روز ۲۹ر حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہٗ کے عرس کی تقریب انجام دی جاتی ہے۔

## معمولات خانقاہ بماہ رمضان المبارک :

عرس حضرت مولائے کائنات سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰ر رمضان المبارک کو بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ و موئے مبارک علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ ۲۰ر دن گزار کر شب ۲۱ر کو قل اور مجلس ہوتی ہے۔

## مولانا واضح رشید حسنی ندوی کا انتقال :

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کے جانشین اور معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی کا بھی انتقال ہوگیا — اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا واضح رشید حسنی ندوی عربی اور اردو دونوں زبانوں پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ اللہ نے انہیں درس و افہام کی جو

دولت عطا کی تھی اس کے مماثل دور دور تک نظر نہیں آتے۔ بڑے ہی خاموش طبع حلیم و منکسر المزاج تھے۔ سالہا سال تک انہوں نے دار العلوم میں عربی زبان و ادب کا درس دیا۔ سینکڑوں طلبا نے ان سے درس پا کر ملک اور بیرون ملک میں عربی زبان و ادب کے فروغ میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اللہ رب العزت نے انہیں عربی زبان، بلاغت کی کامل استعداد عطا کی تھی جس کا بھرپور فائدہ اٹھا کر انہوں نے طلبا کی فوج تیار کی۔ اپنے علمی تدبر کے علاوہ وہ ایک عالی صفت منتظم بھی تھے اور یہ کہا جائے تو بے جا نہیں کہ منتظم کی حیثیت سے بھی وہ مولانا عبداللہ عباس ندوی پھلواروی ؒ کے صحیح اور باوقار جانشین تھے۔ پوری علمی اور ادبی دنیا ان کے وصال سے غمگین ہے۔ ادارہ المجیب کی دعاء ہے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور جس طرح اللہ رب العزت نے مولانا عبداللہ عباس ندوی ؒ کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے انہیں منتخب کیا تھا ان کی جگہ بھی ایسی ہی کسی علم و عمل والی قد آور شخصیت سے پُر ہو جائے — ( آمین )

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

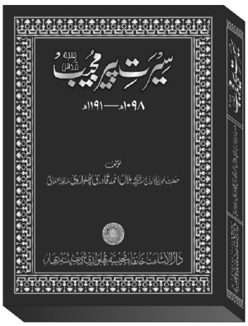


سیرتِ پیر مجیب قدس سرہ

(جدید ایڈیشن مع اضافہ)

مؤلف

حضرت مولانا الحاج سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی مدظلہ العالی

خانوادۂ مجیبیہ کے ایک نکتہ سنج، دقیقہ رس، ذی وقار عالم حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری مدظلہ العالی کی مایۂ ناز گرانقدر تالیف ہے، جس میں بانیٔ خانقاہ مجیبی حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ کے علمی و عرفانی کمالات، دینی خدمات، ارشاد و ہدایت، تربیت و تزکیۂ نفوس کے طریقے، خانقاہ مجیبی کی خصوصیات، حضرت کے کرامات و تصرفات، خلفاء و مجازین اور ہم عصر علماء و مشائخ کے حالات نہایت احسن پیرایے میں تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب خانقاہ کے بزرگوں کے حالات زندگی پر ریسرچ کرنے والوں کے لئے انمول تحفہ ہے، جو بہت ساری نادر و نایاب کتب و رسائل اور قلمی نسخہ جات کا جامع مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز کے ساتھ ساتھ واقعات و حالات کا ایک دلچسپ مرقع بھی ہے، جسے ترتیب دے کر مؤلف نے قارئین و مستفیدین پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ پوری کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے، جس کے ہر باب کے اندر کثیر معلومات اور ان گنت شواہد کے ذخائر موجود ہیں۔

یہ کتاب اپنے موضوع پر مستند تاریخ، جامع سوانح ہے، جو دیدہ زیب طباعت اور خوشنما سرورق سے مزین 480 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی قیمت محض -/400 روپے ہے۔ دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ سے آج ہی حاصل کیجئے اور اپنی معلومات میں اضافہ کیجئے۔

رابطہ : +91-7004955974, 9006306098

# دارُالعُلوم مُجیبیّہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

# DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508


دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے — اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

**چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں**

ISSN 2320-8600 The ALMOJIB Quarterly

Vol.No. :59 | January, February & March 2019 | Sl.No. : 01

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Ph. No. (0612) 2555572, Telefax : 2555305, Mob. No. +91-9006306098, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com

EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS

Enjoy The Freedom Again

Aman Hospital Complex, Ali Nagar Colony, Anisabad, Patna-2

Contact US : 9702866797/8521800452/9931947573

E-mail : info@emadphysiotherapyclinics.com / emadphysiotherapyclinics@gmail.com

Website : **www.emadphysiotherapyclinics.com**

At EMAD PHYSIOTHERAPY CLINICS we treat Conditions like Muscles Spasm spondylitis, Neck Pain, Back Pain, Frozen Shoulder, Knee Pain, Arthritis, Sprain, Strain, Cerebral Palsy, Stroke, Bell's Palsy, Parkinson's, Multiple Scelerosis, Sports Injuries, Post Plaster Complication, Specially Foot Problem like Diabetic Foot, Arch Problem, Neuropathy etc with **Advance and Computerized Machines and Modern Techniques of Exercise, Manipulation & Moblization By Qualified & Experienced PHYSIOTHERAPISTS.**

**We have an advance form of electrotherapy modalities like** LASER, LONGWAVE, SHOCKWAVE, IFT, TENS, SHORTWAVE, DVT PUMP & advanced form of Exercise Modalities.

Friday Close

Time : 08:00 am to 02:00 pm

Time : 04:00 pm to 09:00 pm

Sunday Open

Home Visit Available

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)